رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸

رجسٹرڈ ایل نمبر

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا مشہور و معروف اخبار جسکو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا

THE ALHAKAM QADIAN

الحکم

قادیان

دور جدید

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتّٰی یغیروا ما بانفسہم

بیا در بزم مستاں تا بہ بینی عالمے دیگر
بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

ہفتہ وار

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

مدیر اعلیٰ: شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی۔ مدیر مسئول: شیخ محمود احمد عرفانی مجاہد مصری

چندہ سالانہ
والیان ریاست سے مار
رؤساء امراء سے صہ
معاونین سے عسہ
عوام سے صہ
ممالک غیر سے ۱۲ر
مدینۃ المسیح
قادیان دار الامان
سے ہر انگریزی
ماہ کی ۷ر ۱۴ر
۲۱ر ۲۸ر تاریخ
کو شائع ہوتا ہے
قیمت فی پرچہ ۲ر

جلد نمبر ۳۹ | ۱۸ر شوال سنہ ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۴ر جنوری سنہ ۱۹۳۶ء یوم سہ شنبہ | نمبر ۱

الحکم کا سال نو اور کلمۃ الافتتاح

میں اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ الحکم کے سال جدید کا افتتاح کرتا ہوں۔ اس لئے کہ انسان جب تک اس کے فضل کا مورد نہ بنے۔ وہ کوئی کام سرانجام نہیں دے سکتا انسانی عزم۔ اسکی ہمت۔ اسکی کوشش۔ اسکی مساعی مکڑی کے جالے کی طرح تار تار ہو جاتی ہیں۔ اگر فضل الٰہی اس کے شامل حال نہ ہو۔

سال گذشتہ اسی خیال سے میں نے لکھا تھا۔ کہ میں اپنے مشترکین سے سال نو میں کوئی جدید وعدہ نہیں کرنا چاہتا۔ اس کے یہ معنے نہیں۔ کہ گذشتہ سال میرے دل میں کوئی امنگ نہ تھی۔ اور میرے دل میں کوئی پروگرام نہ تھا۔ بلکہ میں بھی ہر انسان کی طرح آرزوؤں اور ترقیوں کا ایک ہجوم اپنے دل و دماغ میں محسوس کرتا تھا۔ مگر میں ان کا اظہار کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اور اس عدم اظہار کا مجھے بہت بڑا فائدہ بھی ہوا۔ کیونکہ اگست کے قریب میں بیمار ہو گیا اور یہ بیماری اتنی لمبی ہوئی۔ کہ سال ۱۹۳۵ء ختم ہو گیا۔ اگرچہ میں اس وقت بھی بیمار ہوں۔ مگر میں اس امنگ سے قلم اپنے ہاتھ میں لے رہا ہوں۔ کہ بعید نہیں۔ کہ خدمت سلسلہ ہی مجھے بیماری سے نجات دلا دے۔ میں نے اس امر کا تجربہ کیا ہے۔ اور شدید بیماری میں بھی جب محض خدمت دین کے خیال سے کوئی کام شروع کیا۔ تو اس کے کرنے کی توفیق مل گئی۔ نئے سال کا میں افتتاح ایسی حالت میں کر رہا ہوں۔ کہ میرا جسم کمزور ہے۔ مگر میرا دل قوت ایمان سے معمور ہے۔ اور مجھے یقین ہے۔ کہ اس سال میرا قادر و قیوم خدا مجھے توفیق دے گا۔ کہ میں گذشتہ سال سے بہتر کام کر سکوں۔

گذشتہ سال باوجود بیماری اور کمزوری کے الحکم کے چوالیس نمبر شائع ہوئے۔ جن میں ڈیڑھ سو صفحہ سے زائد میں اپنے ہادی و مولیٰ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت کے اوراق شائع کئے گئے۔ اور جن میں پانچ سو سے زائد روایات شائع ہوئیں۔ بہت سے مکتوبات طبع ہوئے۔ جن میں سے نصف درجن سے زائد حضور کے اپنے دست مبارک کے لکھے ہوئے مکتوبات و مضامین کا عکس بھی تھا۔

صحابہ مسیح موعود علیہ السلام کی سوانحعمریاں۔ دخول احمدیت کی دلچسپ داستانیں اس کے علاوہ تھیں میں اپنی ہر قسم کی کوتاہیوں اور کمزوریوں کے اعتراف کے باوجود اس کام کو ایک مفید اور عظیم الشان کام سمجھتا ہوں آئندہ سال کے لئے میں خدا سے طاقت اور قوت مانگتا ہوں۔ کہ وہ مجھے اس سے بہت زیادہ اور بڑھ چڑھ کر کام کرنے کی توفیق دے۔

اس سال بھی میرے دل میں بہت سی تمنائیں جوش مار رہی ہیں۔ مگر میں گذشتہ سال کی طرح کسی امر کا اظہار نہیں کرتا۔ ہاں اس قدر کہنا مناسب ہوگا۔ کہ میں چاہتا ہوں کہ میرا قدم آگے کی طرف اٹھے۔ اور اس کے لئے میں اپنے احباب سے درخواست دعا کرتا ہوں۔ تا میرے راستے سے مشکلات دور ہوں۔ اور حالات سازگار ہوں

سال جدید کی مشکلات

اس سال میرے سامنے گذشتہ سال کی نسبت زیادہ مشکلات ہیں۔ جن سے میں اپنے معزز انصار کو واقف کرا دینا چاہتا ہوں۔

پہلی دقت میرے راستے میں یہ ہے۔ کہ اس سال ایک تعداد ایسے خریداروں کی جو اپنے نام کے ساتھ نادہند کہلانا پسند کرتے ہیں۔ اور زمانے بھر کی ملامت خریدنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ مگر قیمت ادا کرنی پسند نہیں کرتے میں ان کا نام فہرست خریداری سے کاٹ رہا ہوں۔ اور اس طرح میری وہمی آمدنی میں کمی واقع ہو رہی ہے۔ اور اس طرح اشاعت کی ترقی میں بجائے ترقی کے نقص نظر آ رہا ہے۔

دوسرے اخبار دو سال کے بقایوں کی وجہ سے زیر بار ہے۔ اور اس کا کندھا بوجھل ہے۔

تیسرے خود میری صحت کا سوال ہے۔

ان تین مشکلات کے جاننے سے یہ نتیجہ بھی بآسانی نکل سکتا ہے۔ کہ پھر اخبار کا چلنا مشکل ہے۔ بیشک ظاہری حالات اور ظاہر بین نظر یہی نتیجہ نکالے گی۔ لیکن میں اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالتا۔ کہ الحکم بند ہو جائیگا۔ کیونکہ اول تو وہ دعائیں جو الحکم کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء نے کیں۔ وہ انشاء اللہ اسے بند نہ ہونے دیں گی۔ نیز بیسیوں دوستوں کو مبشر خوابوں کے ذریعے الحکم کی ترقی کی بشارتیں دی گئیں۔ خود والد صاحب قبلہ کو جبکہ وہ بے سرو سامانی کی حالت میں اخبار نکال رہے تھے الحکم کے یہ نظارے ہیں

تیرہ مشینیں چلتی دکھائی گئیں

معلوم نہیں۔ کس وقت اور کس کے ہاتھ پر یہ رؤیا پوری ہو۔ اگرچہ ہماری دعا ہے۔ کہ یہ رؤیا خود انہیں کے ہاتھ پر اور انہیں کی زندگی میں پوری ہو۔ (اللّٰھم امین)

پس وہ دعائیں اور یہ خوابیں بتلاتی ہیں

کہ الحکم زندہ جاوید بن چکا ہے۔ مشکلات کے سمندر اپنی موجیں اس سے ٹکراتے ہیں۔ مگر وہ ایمانی روح اور وہ قوت ایمانی کا پہاڑ جو عرفانی کبیر کے دل میں موجزن ہے۔ ان لہروں کو خائب و خاسر کر دیتا ہے۔

میرا مشاہدہ ہے

کہ حضرت والد صاحب قبلہ کی سب سے بڑی خواہش یہ ہے۔ کہ الحکم کبھی بند نہ ہو۔ اس سے ایک پیسہ آمدنی بھی اگر نہ ہو۔ تو وہ الحکم کو بند دیکھ نہیں سکتے۔ وہ اپنے عزیز سے عزیز بچوں سے الحکم کے لئے ناراض ہو جاتے ہیں۔ اور الحکم کے لئے کسی سستی کو ناقابل تلافی گناہ تصور فرماتے ہیں ان کی غیرت نے کبھی پسند نہیں فرمایا۔ کہ وہ کسی سے یہ سنیں۔ کہ الحکم بند ہو گیا۔ حتّٰی کہ اپنے ایام ابتلا اور عہد مصائب میں بھی جبکہ وہ الحکم پر ایک پائی صرف کرنے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ اور الحکم سالہا سال کے لئے معرض التوا میں پڑا رہا۔ اس وقت بھی یہ سن نہ سکتے تھے۔ کہ الحکم بند ہے۔

انکی راحت

اسی میں ہے۔ بہ اپنی گذشتہ بیماری کے ایام میں جبکہ وہ بیماری اور سے جنگ کر رہے تھے۔ اور ان کا سارا جسم مجسم تکلیف اور ضعف بنا ہوا تھا۔ اس وقت یہی اسوہ ہمارے سامنے رکھا کہ وہ اس وقت بھی الحکم کے لئے مضامین بول کر لکھواتے تھے۔ اور

جبکہ ڈاکٹر

ان کو حرکت سے منع کرتے تھے۔ وہ اپنی راحت الحکم کو اپنے ہاتھ سے لیٹے لیٹے چھاتی پر رکھ کر بنانے میں پاتے تھے۔ پس یہ عزم جو میں نے پہاڑ کی طرح سے دن رات دیکھا۔ اور یہ غیرت اور تڑپ جسکا میں نے اپنی آنکھوں سے ہمیشہ معاینہ کیا مجھے یقین دلاتی ہے۔ کہ خدا الحکم کو کامیاب کریگا۔

اسی لئے

مجھے یقین ہے۔ کہ الحکم بند نہیں ہوگا۔ اور یہ مشکلات یقیناً دور ہوں گی۔ ہاں ضرورت ہے۔ کہ مردانہ وار ان مشکلات کا مقابلہ کیا جائے۔

اخبارات دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو صرف تجارتی اصولوں پر نکلتے ہیں۔ اور وہ بعض اوقات ایسے طریقوں سے بھی پبلک کی جیبوں سے پیسے نکالتے ہیں۔ کہ جو معیوب ہوتے ہیں اور بعض ان میں سے پبلک کے عام مذاق کے ساتھ چل کر لاکھوں روپیہ پیدا کر لیتے ہیں۔

دوسرے وہ اخبارات ہیں۔ جو مذہبی پرچے کہلاتے ہیں۔ ان کا دائرہ عمل بہت محدود ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اخبارات کی آمدنی کا ایک ذریعہ اشتہارات بھی ہیں۔ مگر ایک ایسا اخبار جو اصلاح اخلاق اور نشر دین کا مقصد لئے ہوئے ہو۔ وہ بد اخلاق اور خلاف شریعت اشتہارات سے بھی فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔

پھر

چونکہ ان کا مذاق عام مذاق سے بالکل علیحدہ ہوتا ہے اس لئے ان کا دائرہ عمل اور دائرہ نشر بھی بہت محدود ہو جاتا ہے۔

اس لئے جب تک ایک ایسی جماعت جو اس کے مقاصد سے پورا پورا اتفاق رکھتی ہو۔ اس کی مدد اور تائید کے لئے کھڑی نہ ہو جائے۔ وہ کام پورا نہیں ہو سکتا۔ اور ایسے اخبارات کی زندگی کا راز اسی ایک بات میں مضمر ہے

میں تحدیث بالنعمت کے طور پر یہ ذکر کر دینا چاہتا ہوں کہ الحکم کو ایسے احباب کی ایک قلیل جماعت میسر ہے۔ جن کی سعی اور ہمت مؤسس الحکم کی مساعی اور قلبی تڑپ سے مل کر الحکم کو بار آور بنا رہی ہے۔ مگر میں چاہتا ہوں۔ کہ الحکم کے قارئین اس امر کو سمجھ لیں۔ کہ وہ صرف الحکم کے خریدار نہیں ہیں۔ بلکہ انصار ہیں۔ اور وہ الحکم کے کاغذوں کے وزن کی طرف خیال نہ رکھیں۔ بلکہ یہ جانیں کہ وہ اور مدیران الحکم مل کر ایک خدمت اور ایک پاک فرض ادا کر رہے ہیں۔ اگر اس خیال کا دائرہ زیادہ وسیع ہو جائے۔ اور ہر ایک خریدار یہ عزم کرلے۔ کہ اس سال وہ الحکم کو عام چندے کے علاوہ کچھ زاید مدد دیکر زمرۂ انصار میں شامل ہو جائے گا۔ تو وہ الحکم کے پاؤں اور ہمارے ہاتھ کو مضبوط کر دیگا۔ جو دوست اس قدر وسعت نہ رکھتے ہوں۔ وہ اگر اتنی خدمت اپنے ذمہ لے لیں۔ کہ وہ الحکم کو ایک خریدار مہیا کریں گے۔ تو میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ اس سے الحکم کی صورت اور کایا پلٹ جائے گی۔ اور وہ آج سے بہتر کاغذ بہتر طباعت بہتر کتابت اور بہتر سے بہتر مواد اسمیں پائیں گے۔

شانِ الحکم

(از قلم مکرمی جناب میر اللہ بخش صاحب تسنیم)

کیوں سب اخباروں سے بڑھکر ہو نہ شانِ الحکم
ہے بیانِ حضرتِ مہدی بیانِ الحکم
وہ پرانی صحبتیں ایمان پرور محفلیں
پھر دکھاتا ہے تصور کو بیانِ الحکم
ہیں بقدرِ وسعتِ دامن گدا گر فیضیاب
مفت میں بٹتا ہے گنجِ شائیگانِ الحکم
حضرتِ احمدؑ کے مخزن کے گراں مایہ گہر
ہے لئے دامن میں بحرِ بیکرانِ الحکم
ہے کہاں بادہ گساراں کہن عرفان کے
پی کے دیکھیں تو شرابِ جاودانِ الحکم
کیوں مشام جان و دل کو ہو نہ حاصل تازگی
ہے بہار افروز شاخِ گلفشانِ الحکم
عشق ہے جن کو کلامِ مہدیِ موعود سے
ہیں حقیقت میں وہی دل قدردانِ الحکم
رنگ عرفانی اِدھر ہے اور اُدھر فکرِ حبیب
یہ زمینِ الحکم وہ آسمانِ الحکم
جن کو ہے تسنیم کی موجوں سے حاصل امتزاج
بہ رہی ہیں ایسی نہریں درمیانِ الحکم

الحکم کے معزز قاری! کیا؟ میں آپ سے امید رکھوں۔ کہ آپ الحکم کی خریداری کی صف سے نکل کر اس کے معاونین و انصار کی صف میں کھڑے ہو جائیں گے!!

اور کیا؟ میں یقین کروں۔ کہ آپ الحکم کے مقصد اشاعت سے اتفاق کر کے الحکم کی اشاعت کو ترقی دے کر خدمت دین کا باعث بن جائیں گے!!!

اور کیا؟ میں یقین کروں۔ کہ آپ اپنی نظر کو کاغذوں کی ورق شماری سے بلند و بالا کر کے اس کے کام کی عملی داد دینگے!!!!

اگر یہ ہو۔ تو پھر یقین جانیں۔ کہ الحکم کے راستے میں کوئی روک نہیں ہوگی۔ اور تمام مشکلات دھوئیں کے بادل کی طرح اڑ جائیں گی (مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا)

باوجود اس امید اور یقین سے لبریز دل کے میں کسی انسان پر بھروسہ کرنا گناہ تصور کرتا ہوں۔ میرا بھروسہ صرف اور صرف خدا تعالےٰ کی ذات پر ہے۔ وہی میرا مامن و ملجا ہے۔ اسی میں میری تسلی اور راحت ہے۔ اسی کے نام سے ابتدا ہے۔ اور اسی کے نام سے انتہا ہے پس میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کہہ کر الحکم کے دور جدید کے تیسرے سال میں قدم رکھتا ہوں۔

اغاز کردہ ام تو رسانی بہ انتہا

(محمود احمد عرفانی)

احرار قادیان کے جھوٹے مقدمات کا حشر

یہ خبر نہایت خوشی اور مسرت سے پڑھی جائیگی۔ کہ عبد السلام احراری پسر ڈاکٹر محمد عبد اللہ نے جو ایک جھوٹا مقدمہ بعض احمدیوں کے خلاف زیر دفعہ ۳۲۲ دائر کر رکھا تھا۔ اور جو پہلے میاں بدر محی الدین صاحب آنریری مجسٹریٹ درجہ سوم بٹالہ کی عدالت میں تھا۔ اس میں چودھری ظہور احمد صاحب کو باعزت بری کر دیا گیا تھا۔ مگر ہمارے تین آدمیوں پر یعنی مکرم ماسٹر فضل داد صاحب اور میاں خوشی محمد صاحب اور میاں حسین بخش صاحب کو تیس تیس روپے جرمانہ کی سزا دے دی تھی۔ اس کا اپیل مسٹر ڈونی ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں کیا گیا تھا۔ جو ۴ر جنوری ۱۹۳۶ء کو پیش ہوا۔ ہماری طرف سے میرزا عبد الحق صاحب بی۔ اے ایل ایل بی وکیل پیش ہوئے۔ مسٹر ڈونی نے میرزا صاحب کے زبردست دلائل سنکر تینوں احباب کو بری کر دیا۔

اس مقدمہ میں سب سے بڑی خوشی یہ ہے۔ کہ حق کا بول بالا ہوا۔ احرار نے اس مقدمہ میں اپنے ایمان و اخلاق کا دیوالہ نکال دیا تھا۔ کیونکہ مقدمہ کو سچا ثابت کرنے کے لئے جھوٹے گواہ مہیا کئے گئے جنہوں نے جھوٹ بولنے میں پوری دیانت داری کا مظاہرہ کیا۔ اسمیں شک نہیں۔ کہ ہمارے بیگناہ دوستوں کو ایک لمبے عرصے تک پریشانی میں مبتلا رہنا پڑا۔ مگر سچائی کی فتح ہوئی۔ میں اس بریت پر اپنے دوست مکرم ماسٹر فضل داد صاحب کو صدق دل سے مبارک باد دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہمیشہ ہر قسم کے فتنوں سے محفوظ رکھے۔ امین

یہ نمبر لیٹ ہو رہا ہے

اخبار الحکم کا یہ نمبر کافی عرصہ پہلے تیار ہو گیا تھا۔ مگر پوسٹ ماسٹر جنرل کے دفتر سے اس سال کیلئے رجسٹرڈ ایل نمبر نہیں آیا تھا۔ کافی انتظار کرنے کے بعد دفتر سے ایک خاص آدمی لاہور روانہ کیا گیا۔

نمبر کی تاخیر کی وجہ سے پرچہ پریس میں جا نہ سکا۔ اسی لئے اب نمبر آٹھ کا پرچہ شائع ہو رہا ہے۔ آئندہ مقررہ تاریخ پر پرچہ پہنچ جایا کریگا (مینیجر)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقولے

حضرت مفتی محمد صادق صاحب کی زبان سے

اس موضوع پر حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے اس سال کے سالانہ جلسہ پر ایک لطیف تقریر فرمائی۔ یہ موضوع اپنی ذات میں بالکل جدید ہے۔ حضرت مفتی صاحب کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عشق ایک خاص رنگ رکھتا ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے۔ کہ حضرت مفتی صاحب نے یہ اچھوتا موضوع تجویز کیا جس پر پہلے کسی نے قلم نہیں اٹھائی۔ سیرت المہدی کے باب میں ہمارا دستور العمل یہی رہا ہے۔ کہ ہم کوئی مطبوعہ روایت یا مضمون شائع نہیں کرتے۔ لیکن اس موضوع کی اہمیت نے ہم کو مجبور کیا۔ کہ ہم اس کو اپنے اخبار میں ان احباب کے لئے جو کسی معذوری کی وجہ سے مؤقر جریدہ الفضل نہیں خرید سکتے۔ شائع کر دیں۔ نیز ان احباب کے لئے جو سیرت مسیح موعود علیہ السلام کے ابواب بعد میں الحکم میں تلاش کریں گے۔ ان کو یہ باب بھی الحکم میں مل سکے۔ الحکم میں شائع کرنا ضروری خیال کرتے ہیں۔

شکریہ

سب سے اول میں خدا تعالیٰ کا شکر کرتا ہوں۔ کہ اس نے اپنے فضل سے پھر مجھے یہ توفیق دی۔ کہ میں یہاں کھڑا ہو کر احباب کو کچھ ذکر حبیب سناؤں۔ یہ سال مجھ پر ایسی بیماری کا گزرا ہے۔ کہ اکثر حصہ اوقات کا رات اور دن مجھے بستر پر لیٹے گزارنا پڑا ہے۔ اور بعض ایام شدید درد کی تکلیف میں گزرے۔ بہت سی ادویہ انگریزی اور یونانی اور ویدک استعمال کی گئیں۔ اور مختلف طریقے علاج کے برتے گئے۔ جن سے گاہے عارضی فائدہ ہو جاتا تھا۔ مگر مستقل فائدہ نہ ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک شب میری زبان پر لفظ مالکنگنی جاری ہوا۔ اور تفہیم ہوئی کہ یہ میری مرض کا علاج ہے۔ صبح کے وقت حضرت میر مہدی حسین صاحب جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پرانے صحابہ اور خدام میں سے ہیں۔ بیمار پرسی کے واسطے تشریف لائے۔ ان سے میں نے اس کا ذکر کیا۔ حسن اتفاق سے ایک نومسلم جوان ان دنوں قادیان آئے ہوئے تھے۔ وہ بھی اسی وقت ملنے کے لئے آ گئے۔ اور انہوں نے یہ بات سن کر کہا۔ کہ میں کچھ ویدک طبابت کرتا ہوں۔ اور ہمارے طریق علاج کی رو سے مالکنگنی کا تیل سوزش پیشاب کے واسطے دیا جاتا ہے۔ چنانچہ چند روز ہوئے میں نے گجرات میں ایک بیمار کو یہ تیل دیا تھا۔ اور وہ اچھا ہو گیا۔ اور وہ تیل اب بھی میرے پاس موجود ہے۔ میں لے آتا ہوں۔ وہ اسی وقت گئے اور تیل لے آئے۔ میں نے سوچا۔ کہ رات اس علاج کا بتایا جانا اور صبح اس شخص کا آنا عین ایسے وقت جبکہ میں اس کا ذکر کر رہا تھا اور پھر تیل کا اس کے پاس موجود ہونا اور فوراً لا دینا یہ سب باتیں اتفاقی نہیں۔ بلکہ منشائے الٰہی کے ماتحت معلوم ہوتی ہیں۔ پس میں نے نومسلم بھائی کے بتلانے کے مطابق دہی پر ڈال کر اس کے تین قطرے کھائے۔ اور بڑھا کر بعض دن چھ قطرے تک بھی کھائے۔ اس دوائی سے سوزش کم ہونے لگ گئی۔ اور اگرچہ اب بھی کسی دن تکلیف ہو جاتی ہے مگر بہ نسبت سابق بہت آرام ہے۔ اور اب میں دفتر اور مسجد جا سکتا ہوں۔ مگر زیادہ چل پھر نہیں سکتا۔

میری عمر ۱۱ر جنوری ۳۶ء کو پورے ۶۴ سال ہو جائیگی۔ بچپن سے میرے قویٰ جسمانی کمزور چلے آتے ہیں اور میں ہمیشہ نحیف البدن اور بعض بیماریوں میں گرفتار میں کبھی خیال نہ کرتا تھا۔ کہ میں اس عمر کو پہنچوں گا۔ مگر میرا یقین ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ جو میں اس وقت تک زندہ ہوں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مسجد مبارک میں بیٹھے تھے۔ چند اور اصحاب موجود تھے۔ مسجد ہنوز اپنی پہلی حالت میں چھوٹی سی تھی۔ جس میں ایک صف میں بمشکل ۶ آدمی کھڑے ہو سکتے تھے۔ ان دنوں مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم کچھ بیمار تھے۔ کسی نے عرض کیا۔ حضور مولوی صاحب بیمار ہیں۔ ان کی نسبت فکر ہو رہی ہے۔ حضور نے فرمایا۔ مجھے تو مفتی صاحب کی فکر رہتی ہے۔ یہ بہت دبلے پتلے ہیں یہ حضور کی فکر تھی۔ یا بالفاظ دیگر دعا اور توجہ تھی جس نے مجھے اتنی عمر عطا کی۔ پس میری زندگی بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معجزہ ہے۔

شکریہ احباب

اللہ تعالےٰ کے شکر کے بعد مجھے اپنے احباب کا بھی شکریہ ادا کرنا ہے۔ جنہوں نے میرے واسطے درد دل کر دعائیں کیں۔ اور اب بھی کر رہے ہیں۔ اور جس قدر مجھے آرام ہوا۔ میں یقین کرتا ہوں۔ کہ یہ کسی کے درد دل کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ اور ان احباب کا شکریہ ہے۔ جنہوں نے ضروریات معالجہ میں امداد کی اور ادویہ بنا کر یا خرید کر بھیجیں۔ یا نسخہ جات روانہ کئے۔ میں ان سب کے واسطے اللہ تعالےٰ کے حضور دست بدعا ہوں۔ رمضان میں ان سب کے واسطے دعائیں کی ہیں۔ رمضان سے قبل بھی کی ہیں۔ اور آئندہ بھی انشاء اللہ کروں گا۔ ہر ایک بھائی یا بہن جس نے مجھے اپنے کسی مقصد کے واسطے دعا کے لئے لکھا یا کہا ہے۔ اس کا مقصد دعاؤں میں میرے پیش نظر ہے۔ بہت سے دوستوں کے خطوط بھی آئے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ نے ان کے حق میں عاجز کی دعاؤں کو قبول کیا۔ اور انکی مرادیں پوری ہوئیں۔ فالحمد للہ ثم الحمد للہ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقولے

ذکر حبیب کے کئی ایک پہلو ہیں۔ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جو حالات خود دیکھے اور سنے ہیں۔ ان پر ایک مفصل کتاب لکھ کر اس کا مسودہ ناظر صاحب تالیف و تصنیف کے سپرد کر دیا ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کشمیر کے متعلق بھی ایک کتاب لکھ کر ناظر صاحب کے سپرد کی گئی ہے۔ ان کے علاوہ میں اپنے تبلیغی حالات پر بھی ایک کتاب تیار کرنے کا ارادہ کر رہا ہوں۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔ ذکر حبیب کے مختلف پہلوؤں میں سے اس سال کے واسطے میں نے یہ سوچا ہے۔ کہ میں ان مختصر فقرات کو جمع کر کے آپ اصحاب کو سناؤں۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی گفتگو میں بارہا بطور مقولہ فرمایا کرتے تھے۔ مقولہ اس مختصر کلمہ کو کہتے ہیں۔ جو تھوڑے الفاظ میں بہت سے مفید مطالب اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور بطور ضرب المثل گفتگو یا تحریر میں اکثر استعمال کیا جاتا ہے۔ ان میں سے بعض پہلے بزرگوں کے اقوال ہیں۔ بعض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اپنے غور و خوض کا نتیجہ تھے۔ اور بعض الہامی فقرات تھے۔ ایسے ۳۲ مقولے میں نے آج کے مضمون کے واسطے جمع کئے ہیں۔

تلامیذ الرحمٰن

(۱) "انبیاء تلامیذ الرحمٰن ہوتے ہیں"۔ یہ مقولہ عموماً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسے وقتوں میں بولا کرتے تھے۔ جبکہ سلسلہ کے واسطے کوئی مفید تحریک آپ جاری کرتے تھے۔ گو اس کے واسطے صریح طور پر کوئی خاص الہام نہ ہوا ہوتا تھا۔ تاہم جو کچھ خدا تعالیٰ آپ کے دل میں ڈالتا وہی آپ کرتے۔ اور خدام کو کرنے کے واسطے کہتے تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرح آپ پر بھی یہ وحی نازل ہوئی تھی۔ کہ ما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ۔ آپ اپنی حرص و خواہش سے نہ بولتے تھے۔ بلکہ آپ کا سب کلام وحی الٰہی کے ماتحت تھا۔ فرمایا کرتے تھے۔ میرے دل میں جن باتوں کی تحریک ہوتی ہے۔ وہ منجانب اللہ ہوتی ہیں۔ انبیاء اللہ تعالےٰ کے شاگرد ہوتے ہیں۔ خدا تعالےٰ کے سکھانے سے وہ ہر کام کرتے ہیں یہی وجہ ہے۔ کہ زبردست دشمنوں کے مقابلہ میں باوجود ظاہری کمزوریوں کے اور باوجود دنیوی اسباب کے نہ ہونے کے وہ کامیاب اور بامراد ہوتے ہیں۔ اور ان کے دشمن ذلیل اور ہلاک ہو جاتے ہیں۔ اسکی مثالیں ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں بہت دیکھی ہیں۔ بلکہ میں کہتا ہوں۔ کہ اسکا ایک نمونہ ان ایام میں آپ لوگوں نے بھی دیکھا ہے اللہ تعالیٰ جن بزرگوں کو انبیاء کا جانشین بناتا ہے۔ ان کی حفاظت اور رہنمائی بھی وہ خود ہی کرتا ہے۔ احراریوں کے

شر اور فساد کے خوفناک طوفان بے تمیزی میں سے جس صفائی کے ساتھ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے احمدیت کی کشتی کو چلایا ہے۔ یہ آپ ہی کا کام تھا۔

این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

انتہائی درجہ کے شورہ پشت فسادات کے عادی اور ایجی ٹیشن کے فن کے ماہرین کا مقابلہ تھا۔ گورنمنٹ کا مقابلہ بھی تھا۔ جماعت کے ساتھ اس کے دکھ میں ہمدردی بھی کی۔ اور جماعت کے صبر و سکون کو بھی قائم رکھا۔ اللہ اللہ۔ یہ قوت یہ شجاعت یہ دانائی۔ یہ تدبیر۔ یہ حکمت یہ ہمت جو اس مصیبت اور دکھ کے وقت ہمارے جہاز کے کپتان نے دکھائی۔ وہ انسانی طاقت نہیں بلکہ الٰہی راہنمائی کا ایک زندہ نشان ہے۔ اگر حضرت محمود ایدہ اللہ تعالیٰ میں جو سراپا محمود ہیں کوئی اور حسن نہ بھی ہوتا تو یہی ایک امر کہ کس خوبی اور بہادری سے آپ نے ایسے مشکل وقت میں راہنمائی کی۔ اور اس میں کامیابی حاصل کی۔ اس امر کے واسطے کافی دلیل ہے۔ کہ آپ کی خلافت فی الحقیقت منشاء الٰہی کے ماتحت ہے۔ کاش ہمارے لاہوری دوست اسی سے فائدہ اٹھائیں۔ اور بیعت خلافت میں آجائیں۔ تو ہم خوشی سے کہیں۔ کہ صبح کا بھولا شام کو آگیا۔ اسے بھولا نہ سمجھو۔

بچھڑے بھائیوں کو نصیحت

غیر مبائع دوستوں کے ذکر میں ایک بات یاد آئی ہے مجھے ایک دوست نے بتلایا ہے۔ کہ پیغام صلح کے ایک تازہ پرچہ میں مرزا یعقوب بیگ صاحب نے لکھا ہے۔ کہ حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب کابلی شہید مرحوم نے اپنی زندگی میں ایک کشف بتلایا تھا۔ کہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آسمان پر دیکھا ہے۔ اور مفتی محمد صادق صاحب کو بھی آسمان پر دیکھا ان کو سوچنا چاہیئے۔ کہ یہ دونوں آسمان پر بسنے والے تو قادیان میں موجود ہیں۔ پھر آپ اصحاب کیوں قادیان سے روگرداں ہوئے۔ حضرت خلیفہ اول کی زندگی میں ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب نے ایک خواب دیکھا۔ اور مجھے لکھا۔ کہ میں نے آپ کو (مفتی محمد صادق کو) رؤیا میں دیکھا ہے۔ کہ آپ کو نبوت عطا کی گئی ہے۔ اب میں حیران ہوں۔ کہ ایک وقت ان بزرگوں پر وہ تھا۔ کہ میں بھی کسی قسم کا نبی بن سکتا تھا۔ اور آج وہ وقت ہے۔ کہ ان کے عقیدہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی نبی ماننا گناہ عظیمہ ہے۔

تقطع الی اللہ

(۲) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دوسرا مقولہ جو میں بیان کرنا چاہتا ہوں۔ وہ بزبان پنجابی یہ ہے:

یا توں لوڑ مقدمیں یا اللہ نوں لوڑ

اس کے معنے یہ ہیں۔ کہ یا تو تم خدا کی تلاش کرو۔ یا اپنے دنیاوی مقدمات کرو۔ ایک ہی وقت میں انسان دو طرف مصروف نہیں ہو سکتا۔ جو لوگ دنیا داری کے دھندوں میں غرق ہو جاتے ہیں۔ وہ خدا تعالیٰ کو نہیں پا سکتے۔ خدا تعالیٰ کو پانا کچھ قربانی چاہتا ہے۔ یہ فقرہ ایسا ہی ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔

"کوئی نوکر دو خاوندوں کی خدمت نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ یا ایک سے مخالفت کریگا۔ اور دوسرے سے دوستی یا ایک کو مانے گا اور دوسرے کو ناچیز جانے گا۔ تم خدا اور دولت دونوں کی خدمت نہیں کر سکتے (لوقا باب ۱۶ آیت ۱۳)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ان لوگوں کے ذکر میں یہ کلمہ فرمایا کرتے تھے۔ جو اپنے دنیاوی دھندوں میں ایسے منہمک ہوتے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ کو اور اس کے احکام کو بھول جاتے ہیں۔ اور پھر کہتے ہیں۔ کہ ہمیں کیوں روحانی ترقی حاصل نہیں ہوتی۔

کلید حل مشکلات

۳۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے: "نماز مشکلات سے بچنے کی چابی ہے۔"

۱۹۰۴ء کا واقعہ ہے۔ مجھ پر ایک لمبی بیماری آئی۔ ہر وقت ہلکا ہلکا بخار رہتا۔ کسی وقت زیادہ بھی ہو جاتا۔ ان دنوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجھے اور میرے اہل و عیال کو اپنے مکان کے ایک حصہ میں رہنے کو جگہ دی ہوئی تھی۔ ایک دن بیماری کی گھبراہٹ اور تکلیف مجھے ایسی ہوئی۔ کہ گویا آخری وقت ہے۔ میری بیوی میری اس حالت کو دیکھ کر برداشت نہ کر سکی۔ اور روتی چیختی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ فوراً اٹھے۔ اور وضو کر کے نماز میں کھڑے ہو گئے۔ اور ہنوز نماز میں ہی تھے۔ کہ میری حالت سنبھل گئی۔ اور تندرستی کی طرف مائل ہو گئی۔ پھر آہستہ آہستہ بالکل شفا ہو گئی۔

فرمایا کرتے تھے۔ کہ نمازوں کے اندر دعائیں کرو۔ اور اپنی زبان میں بھی دعائیں کیا کرو۔ قبولیت کا سب سے بہتر وہی وقت ہوتا ہے۔ جبکہ انسان نماز کے اندر ہو۔ ایک دفعہ حضور نے فرمایا۔ بعض لوگ نماز کے اندر تو دعا کرتے نہیں۔ جب نماز ختم ہو جاتی ہے۔ تو بعد میں دعائیں کرنے لگتے ہیں۔ ان لوگوں کی مثال ایسی ہی ہے۔ کہ کوئی شخص اکے کو الٹا دے۔ پہیئے اوپر کی طرف کر دے۔ چھتری نیچے کی طرف۔ اور پھر گھوڑا جوڑ کر اکہ چلانا چاہے۔

ایسا ہی ایک دفعہ حضور نے ایسے شخص کی مثال یوں دی کہ ایک شخص بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوا۔ مگر خاموش کھڑا رہا۔ کچھ عرض نہ کیا۔ جب دربار کی چار دیواری سے باہر نکل آیا۔ تو پھر پکارنے لگا۔ کہ میری یہ بھی درخواست ہے۔ اور وہ بھی خواہش ہے۔ جو عین درخواست کا وقت تھا۔ اس وقت سے اس نے فائدہ نہ اٹھایا۔ تو اب اسکی درخواستیں کون سنتا ہے۔

مانگنا موت ہے

۴۔ فرمایا کرتے۔ "جو منگے سو مر رہے۔ مرے سو منگن جا۔" اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ مانگنا اور موت اختیار کرنا برابر ہے دعا کو اپنے کمال تک پہنچانا بھی ایک قسم کی موت اختیار کرنا ہوتا ہے۔ دعا اللہ تعالیٰ کے حضور میں ایسے خشوع اور خضوع اور زاری اور عاجزی کے ساتھ ہونی چاہیئے۔ کہ گویا انسان اپنے اوپر موت وارد کرنے لگا ہے۔ ایسی دعا کی قبولیت یقینی ہوتی ہے۔ یہ مقولہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایسے موقعہ پر فرمایا کرتے تھے۔ جبکہ آپ انسان کے لئے دعا کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف پوری یکسوئی اور کامل توجہ ہونے کی ضرورت کا اظہار فرماتے تھے۔

دلی بات کا اثر

۵۔ فرماتے "سخن کز دل بروں آید
نشیند لاجرم بر دل"

جو بات دل سے نکلتی ہے۔ وہ دل پر جا کر اثر کرتی ہے۔ یہ مقولہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسے موقع پر فرمایا کرتے تھے جبکہ مبلغ اور واعظ کے اندر اخلاص کی ضرورت پر آپ زور دیتے تھے۔ جو شخص خود سچے ایک امر پر یقین رکھتا ہے۔ اور درد دل کے ساتھ دوسروں تک وہ بات پہنچاتا ہے۔ اسکی بات کا ضرور اثر ہوتا ہے۔

حفظ مراتب ضروری ہے۔

۶۔ "گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی" اگر تو مرتبہ کا لحاظ نہ رکھے تو تو زندیق ہے۔ یعنی ہر ایک کی عزت اور عظمت اس کے مرتبہ کے مطابق ہونی چاہیئے۔ ایسا نہ ہو۔ کہ انسان حدیث کو قرآن شریف پر فضیلت دے۔ اور رسول کا درجہ خدا سے بھی بڑا بنا دے۔ ہر ایک کی عزت اور عظمت اس کے مرتبہ کے مطابق کرنی چاہیئے۔ نہ اس سے زیادہ کی جائے۔ اور نہ اس سے کم کی جائے۔

گوش زدہ

۷۔ فرمایا کرتے تھے۔ "گوش زدہ اثرے دارد۔" جو حق بات کسی کے کانوں میں پڑ جاتی ہے۔ اس کا کچھ نہ کچھ اثر ہو ہی جاتا ہے۔ چاہیئے۔ کہ تم اچھی باتیں لوگوں کو کہتے رہو۔ اور تبلیغ کرتے رہو۔ نیک نصیحت کا آخر اثر ہوتا ہے۔ آدمی کو چاہیئے کہ سناتا جائے۔ خواہ کوئی مانے یا نہ مانے۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ درس قرآن میں فرمایا کرتے تھے۔ تبلیغ کرنے کا طریق حضرت موسیٰؑ سے سیکھو۔ حضرت موسیٰؑ نے فرعون کو کہا۔ کہ میں رب العٰلمین کا رسول ہوں۔ فرعون نے کہا۔ رب العٰلمین کون ہے۔ اس وقت کے بادشاہ بھی رب کہلاتے تھے۔ اور اپنے آگے لوگوں سے سجدہ کرایا کرتے تھے۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا۔ رب السمٰوات والارض وما بینہما ان کنتم موقنین۔ رب العالمین وہی ہے۔ جو آسمانوں کا اور زمین کا رب ہے اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے۔ ان کا بھی رب ہے۔ فرعون نے اپنے درباریوں کو ہنستے ہوئے مخاطب کیا۔ اور کہا۔ سنتے ہو کیا کہتا ہے۔ یعنی ایک بیہودہ بات کر رہا ہے۔ مگر حضرت موسیٰؑ نے کچھ پروا نہ کی۔ اور پھر کہا۔ وہی جو تمہارا بھی رب ہے۔ اور تمہارے پہلے باپ دادوں کا بھی رب ہے۔ اس پر فرعون نے پھر اپنے درباریوں کو کہا۔ یہ تو کوئی مجنون معلوم ہوتا ہے۔ اپنی ہی کہے جاتا ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے اسکی بھی پروا نہ کی۔ اور نہ اس بات کا کچھ جواب دیا۔ کہ میں مجنون نہیں۔ بلکہ پھر خدا کی تعریف شروع کی۔ رب المشرق والمغرب وما بینہما ان کنتم تعقلون۔ وہ جو مشرق کا رب ہے۔ اور مغرب کا رب ہے۔ اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے۔ ان کا بھی رب ہے۔ اگر ہو تم عقل کرنے والے۔

خونِ جگر کھانے کی ضرورت

۸۔ سہ "گویند سنگ لعل شود۔ در مقام صبر
آرے شود ولیک بخون جگر شود"

کہتے ہیں۔ کہ پتھر بھی اگر صبر کے مقام پر پہنچ جائے۔ تو لعل بن جاتا ہے۔ یہ درست ہے۔ بے شک بن جاتا ہے۔ لیکن خون جگر سے بنتا ہے۔ اس کا بننا کوئی آسان کام نہیں۔ بڑی محنت سے انسان کمال کو پہنچتا ہے۔ اور جب کمال حاصل کر لیتا ہے۔ تبھی عزیز جہاں بنتا ہے۔ اسی سے یہ مثل بنی ہے

کسب کمال کن کہ عزیز جہاں شوی

امریکہ میں ایک بڑے موجد ایڈیسن صاحب گزرے ہیں جنہوں نے بجلی کی روشنی ایجاد کی۔ مسٹر ایڈیسن نے بہت سی ایجادیں کی ہیں۔ ایک ایک ایجاد پر وہ کئی کئی سال تک رات دن اس طرح غرق رہتے۔ کہ انہیں کھانا پینا اور میل ملاقات اور گھر کے آدمیوں کے تعلقات سب کچھ بھول جاتے۔ تب جا کر کہیں ایک ایجاد کا عقدہ ان پر کھلتا۔ جب میں امریکہ میں تھا۔ اس وقت وہ زندہ تھے۔ ایک دفعہ وہ اپنی ایجادات پر لیکچر دے رہے تھے۔ تو ایک شخص نے سوال کیا۔ کہ مسٹر ایڈیسن یہ جو تم ایجاد کرتے ہو۔ وہ نئی بات اپنے دماغ سے نکالتے ہو۔ یا تمہیں خدا کی طرف سے الہام ہوتا ہے۔ مسٹر ایڈیسن نے جواب میں کہا:

Well, Really speaking it is Inspiration, But I must tell you, my boy, that I pass through 99 perspirations before I get one Inspiration.

سچ بات یہ ہے۔ کہ ہر ایک ایجاد مجھے الہام ہی سے حاصل

ہوتی رہی ہے۔ لیکن یہ بتا دینا ضروری ہے۔ کہ ایک الہام کے حاصل کرنے کے واسطے مجھے ننانوے بار پسینوں میں سے گزرنا پڑتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی فرمایا ہے۔ کہ ایجادات کے خواہشمند جب رات دن ایک بات کی فکر میں مستغرق ہو جاتے ہیں۔ تو اللہ تعالےٰ ان کے اس فکر اور غم کو ان کی دعا اور درخواست کا مقام دے کر ان پر بذریعہ الہام اس ایجاد کا طریق منکشف کر دیتا ہے۔

خدا تعالےٰ سے تعلق کی برکت

۹۔ "جے توں میرا ہو رہیں سب جگ تیرا ہو"۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ اے بندے اگر تو میرا بن جائے۔ اور میرے احکام پر عمل کرے۔ اور مجھ سے کامل محبت کا تعلق پیدا کرے۔ تو تمام مخلوق تیری ہی ہو جائے۔ اس میں شک نہیں۔ کہ ابتداءً خدا تعالےٰ کے پیاروں کی سخت مخالفت ہوتی ہے اور لوگ بڑے بڑے دکھ دیتے ہیں۔ لیکن بالآخر ان کی سچائی لوگوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ اور اکثر حصہ مخلوق کا ایک قدرتی کشش کے ساتھ ان کی طرف چلا آتا ہے۔ جو شخص خدا کا ہو جاتا ہے۔ اسے دنیا کی پروا نہیں ہوتی۔ دنیا ایک ایسی چیز ہے۔ کہ جو اس کا طالب ہوتا ہے۔ اس سے وہ بھاگتی ہے۔ اور جو اس کو لات مارتا ہے۔ اور اس سے بیزار ہوتا ہے۔ اس کے پیچھے دوڑتی ہے۔ اور اس کو چمٹتی ہے۔ پس انسان کو چاہیئے۔ کہ خدا تعالےٰ کے ساتھ تعلق پیدا کرے۔ اور خدا کا ہی بن جائے۔ اسی غرض کے واسطے یہ جماعت بنائی گئی ہے

میں امریکہ میں تھا۔ تو ایک دفعہ یہ الفاظ میری زبان پر جاری ہوئے۔ "ربی تو میرا۔ میں تیرا۔ تو میرا"۔

دنیا کے کام ختم نہیں ہوتے

(۱۰) "کار دنیا کسے تمام نکرد"۔ جب خدام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملنے کے واسطے آتے تھے۔ اور رخصت چاہتے تھے۔ تو عموماً حضور اصرار کیا کرتے تھے۔ کہ چند روز اور ٹھہرو۔ اس میں عموماً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ منشا ہوتا تھا۔ کہ چونکہ وہ زمانہ نبوت تھا۔ ممکن تھا۔ کہ وہ صاحب چند روز اور قیام کر کے کوئی نشان دیکھ لیں۔ یا ان کے حق میں کوئی الہام ہو جائے۔ یا ان کے واسطے کسی خاص دعا کا وقت مل جائے۔ اگر کوئی صاحب اپنے پچھلے کاموں کا ذکر کرتے کہ چند ضروری کام کرنے ہیں۔ اس واسطے واپس جانا ضروری ہے۔ تو فرمایا کرتے۔ "کار دنیا کسے تمام نکرد"۔ دنیا کے کام تو کسی سے ختم نہیں ہوتے۔ ہر ایک شخص جو مرتا ہے۔ وہ کئی ایک کام بیچ میں ہی چھوڑ کر مر جاتا ہے۔ جن کی نسبت اس کا خیال ہوتا ہے۔ کہ یہ کام بہت ضروری ہیں۔ اور ان کو جلدی کرنا چاہیئے۔ وہ کام درمیان میں ہی رہ جاتے ہیں۔ اور وہ شخص دنیا کو چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔ "کار دنیا کسے تمام نکرد"۔

حواس انبیاء

(۱۱) فلسفی کو منکر از حنانہ است
از حواس اولیا بیگانہ است

یہ مثنوی مولانا روم کا ایک شعر ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کو اس موقعہ پر لایا کرتے تھے۔ جب یہ ذکر ہو۔ کہ اللہ تعالےٰ اپنے پیاروں کو بعض ایسی طاقتیں دے دیتا ہے۔ جو خارق عادت ہوتی ہیں۔ اور عام طور پر لوگوں میں نہیں پائی جاتیں۔ مثلاً آپ فرماتے تھے۔ کہ بعض دفعہ میں اپنے کمرے میں دروازے بند کئے ہوئے بیٹھا ہوتا ہوں۔ اور دوسرے کمرے کی اشیا اس طرح دیکھ رہا ہوتا ہوں۔ کہ گویا کوئی دیوار درمیان میں حائل نہیں ہے۔ حنانہ اس ستون کا نام ہے۔ جس کے ساتھ پشت لگا کر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خطبہ پڑھا کرتے تھے۔ پیشتر اس کے کہ آپ کی مسجد میں کوئی ممبر ہو۔ جب ممبر تیار ہو گیا۔ اور حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس ممبر پر بیٹھے۔ تو وہ ستون آپ کی جدائی میں رویا۔ اور صحابہ رسول نے اس رونے کو سنا۔ صاحب مثنوی اس واقعہ کی طرف اشارہ کر کے لکھتے ہیں۔ کہ فلسفی اس امر سے انکار کرتا ہے۔ کہ ستون رویا ہو۔ مگر وہ حقیقت سے بے خبر ہے۔ کیونکہ اولیاء اللہ کو جو حواس عطا کئے جاتے ہیں ان سے فلسفی بے خبر ہوتا ہے۔

دعا دل سے ہو

(۱۲) فرمایا کرتے تھے۔ "صرف زبان سے کلمات کا تکرار کرنے میں برکت نہیں ہوتی۔ جب تک کہ دل بھی اس کے ساتھ نہ ہو۔ دعا کے وقت انسان کو چاہیئے۔ کہ جو کلمات دعائیہ منہ سے نکالے۔ ان کے معنی اور مطلب کو سمجھتا ہو۔ اور اپنی دلی آرزو کے ساتھ ان کا مطالبہ اللہ تعالےٰ سے کرے۔ نہ کہ صرف لفظوں کو پڑھے۔ اور اسکی قلبی کیفیت اس کے مطالب سے خالی ہو۔ ایسا پڑھنا بے اثر ہوتا ہے۔

موت کی تیاری

(۱۳) "غنیمت جان لو مل بیٹھنے کو
جدائی کی گھڑی سر پر کھڑی ہے"۔

یہ مقولہ عموماً آپ اس وقت فرمایا کرتے تھے۔ جبکہ آپ نے اس بات پر زور دینا ہوتا۔ کہ انسان کی زندگی کا کچھ اعتبار نہیں۔ معلوم نہیں۔ کس وقت موت اچانک آجائے۔ انسان کو چاہیئے۔ کہ ہر وقت موت کے لئے تیار رہے۔

۱۸۹۰-۹۱ء کے موسم سرما کا واقعہ ہے۔ جبکہ میں پہلی دفعہ قادیان آیا۔ اس وقت میں جموں ہائی سکول میں ٹیچر تھا۔ اور استاذی المکرم حضرت مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ خلیفہ اول بھی اس وقت جموں میں بطور شاہی طبیب تھے۔ جس دن میں قادیان پہنچا۔ صرف ایک مہمان اور تھے۔ سید فضل شاہ صاحب۔ جن کے صاحبزادے ڈاکٹر سید عنایت اللہ شاہ صاحب اب علی گڑھ کالج میں ملازم ہیں۔ پس اس شب ہم دو مہمان تھے۔ اور گول کمرہ ہمارا جائے قیام تھا۔ جو مسجد مبارک کی سیڑھیوں کے پاس اب تک اسی ہیئت و صورت میں موجود ہے۔ رات اس کمرہ میں آرام کرنے کے بعد جب صبح سویرے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سیر کے واسطے تشریف لائے۔ تو سید صاحب اور حافظ حامد علی صاحب اور عاجز حضور کے ساتھ ہو لئے۔ کھیتوں میں سے ایک چکر لگاتے ہوئے قادیان کی مشرقی جانب ایک طرف سے جا کر دوسری طرف سے واپس آئے۔ راستہ میں میں نے سوال کیا۔ کہ گناہوں سے بچنے کا کیا ذریعہ ہے۔ حضور نے فرمایا۔ انسان طول امل نہ کرے۔ اور موت کو یاد رکھے۔ اس طریقہ سے گناہوں سے بچا رہتا ہے۔

اے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فدائی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فدائیوں کے لئے سب سے زیادہ ایمان افزا چیز ذکر حبیب ہے۔

اور

ذکر حبیب کے لئے

سب سے بہتر کتاب سیرۃ مسیح موعود اور کتاب حیات احمد ہے۔ جس کے اب تک پانچ حصے چھپ چکے ہیں۔ اور سیرت کے تین حصے

کچھ عرصہ کے لئے

ان سب کی قیمت آٹھ روپے کی بجائے چار روپے کر دی گئی ہے۔ اے محبت کے بھوکے جلدی کر کہ یہ موقع ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے۔ محصول ڈاک اس کے علاوہ ہوگا۔

تمام درخواستیں بنام منیجر دفتر اخبار الحکم قادیان ارسال کریں۔

روایات منشی شیخ نور احمد صاحب مختار عام

مکرمی شیخ نور احمد صاحب موضع کھارا متصل قادیان کے رہنے والے ہیں۔ اور ایک عرصہ دراز تک حضرت امیر المؤمنین کی جائیداد کے مختار عام رہ چکے ہیں۔ اب بوجہ پیرانہ سالی اپنے فرض منصبی سے ریٹائر ہو چکے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان سے ان کے پرانے تعلقات چلے آتے ہیں۔ اور شیخ صاحب کو اس پر فخر ہے۔ کہ ان کے خاندان کا خاندان حضرت مسیح موعود سے ہمیشہ سے تعلق غلامی چلا آرہا ہے۔ شیخ صاحب نے ان حالات کو جو ان کے دیکھنے میں آئے۔ ایک دفعہ لکھ کر ذکر حبیب کی مجلس میں بیان کیا تھا۔ ان نوٹوں سے لیکر آج کی اشاعت میں میں یہ روایات شائع کرتا ہوں

(ایڈیٹر)

(۱) میرا اصل گاؤں موضع کھارا جو متصل قادیان دارالامان ہے۔ میرے بزرگوں کے تعلقات خاندان مسیح موعود علیہ السلام سے نیازمندانہ اور خادمانہ رہے ہیں۔ میرے دادا صاحب بوڑیخاں جناب میرزا گل محمد صاحب رئیس قادیان کے ماتحت موضع کھارا میں ملازم تھے۔ نیز ہماری موضع کھارا میں مالکی ادنیٰ ہے۔ اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وہاں مالکی اعلیٰ ہے۔

میری عمر اس وقت ستر سال کی ہے ۱۸۷۴ء میں مدرسہ ڈی۔ بی پرائمری سکول قادیان میں تعلیم کے لئے داخل ہوا۔ اور ۱۸۸۴ء میں تعلیم ختم کی۔

میرا تایا گلاب خاں کھارے کا چیف نمبردار تھا۔ میرے والد صاحب بصیغہ دیوانی ملازم تھے۔ میرا بڑا تایا چراغ دین دیندار اور مہمان نواز آدمی تھا۔ یہ سب ان دنوں ذکر کیا کرتے تھے۔ کہ میرزا گل محمد صاحب ایک ولی آدمی تھے۔

قلعہ کھارا میرزا گل محمد صاحب کا بنوایا ہوا تھا۔ اور اس میں آپ کی طرف سے چند سپاہی رہا کرتے تھے۔ میرے والد صاحب اور میرا بہنوئی آپ کی طرف سے وہاں بطور مختار تھے۔

موضع ٹھیکری والہ کا قلعہ رام گڑھیہ سکھوں کا تھا۔ ایک دفعہ ایک شخص نے ٹھیکری والہ کے قلعہ دار سے رپورٹ کی۔ کہ قلعہ کھارا میں تھوڑے سے آدمی ہیں۔ گویا کہ خالی ہی ہے۔ اگر تم لوگ حملہ کردو۔ تو اسے فتح کر لو گے۔ چنانچہ رام گڑھیوں نے حملہ کر کے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔

میرے دادا صاحب نے اسی وقت جناب میرزا گل محمد صاحب کو حالات سے اطلاع دی۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ تم سیدھے کھارے کو جاؤ۔ اور میں براستہ ٹھیکری والہ آتا ہوں۔ میرے والد صاحب ابھی موضع کھارا میں پہنچے ہی تھے۔ کہ میرزا گل محمد صاحب براستہ ٹھیکری والہ کھارے پہنچ گئے۔ اور فوراً گھوڑے سے اتر کر اکیلے ہی قلعہ میں داخل ہو گئے۔ کئی فائر بندوقوں کے دونوں طرف سے ہوئے۔ اب جس جگہ بڑھ کا درخت ہے۔ وہاں آکر زرہ اتاری۔ تو اس میں دو گولیاں چمٹی ہوئی تھیں۔ جو گر پڑیں۔ اور کوئی اثر آپ کے بدن پر نہ تھا۔

دوسرا واقعہ

جس جگہ حضرت صاحب کا باغ ہے۔ یہ جگہ سفید تھی۔ تقریباً ۱۸۴۲ء کا واقعہ ہے۔ سخت قحط پڑا۔ [illegible]

آدمی جن کا نام حافظ محمد حنیف صاحب تھا۔ معہ چالیس درویشوں کے اس مقام پر آ ٹھیرے۔ انہوں نے حضرت میرزا گل محمد صاحب سے عرض کی۔ میرزا صاحب قحط پڑ گیا ہے۔ اور اس سال درویشوں کا خرچ آپ کے ذمہ ہے۔ میرزا صاحب نے فرمایا۔ بہت اچھا۔ میرزا صاحب نے روزانہ چھ وٹی گندم درویشوں کو دینی منظور فرمائی۔ درویشوں نے وہاں جھونپڑیاں بنالیں۔ اور سال بھر اسقدر گندم لیتے رہے۔ درویش اس کا دلیا بنالیا کرتے تھے۔ میرزا صاحب ان کی خبرگیری کے لئے اکثر وہاں جاتے رہتے تھے۔

اس واقعہ سے حضرت میرزا گل محمد صاحب کی فیاضی کا پتہ چلتا ہے۔

حضرت میرزا غلام مرتضیٰ صاحب

حضرت اقدس کے والد بزرگوار حضرت میرزا غلام مرتضیٰ صاحب کا حلیہ حسب ذیل تھا:۔ قد دراز۔ رنگ گندمی۔ آنکھیں موٹی سرخ۔ ریش مبارک دراز۔ نہایت بارعب سیاست دان۔ رعایا پرور۔ غیور اور مرد میدان آدمی تھے۔ آپ بڑے زبردست طبیب تھے۔ آپ اکثر کوچہ بندی مشرقی کے بالاخانے یا اس کے مغربی چوبارے میں تشریف رکھا کرتے تھے۔ آپ کے پلنگ پر ایک بڑا تکیہ رکھا رہا کرتا تھا اور حقہ نوشی بکثرت کیا کرتے تھے۔ ہم طلباء موضع کھارا مدرسہ سے فارغ ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ تو آپ ہم کو حکم دیتے۔ کہ حقہ بھر لاؤ۔ ہم بھر کر لا دیتے تو کہتے چلاؤ۔ اسطرح چلا کر آپ کے سامنے رکھ دیتے۔ پھر ہمارے گھروں کا حال دریافت فرماتے۔ حضرت میرزا غلام مرتضیٰ صاحب نے بڑی مسجد اپنی عمر کے آخری حصے میں اس جگہ بنوائی۔ جس جگہ سکھوں کا جیل تھا۔ اور ہندوؤں کا مرکز تھا۔ آخری عمر میں یہ وصیت کی تھی کہ مسجد کے احاطہ میں میری قبر بنوائی جائے **تاکہ نیک، لوگ میرے لئے دعاخیر کرتے رہیں** چنانچہ آپ کی وصیت کے مطابق اس جگہ قبر بنائی گئی۔

میرزا غلام قادر صاحب

میرزا غلام قادر صاحب حضرت اقدس کے برادر حقیقی تھے۔ آپ بھی نہایت بارعب انسان تھے۔ اور ضلع گورداسپور میں ڈپٹی کمشنر کے دفتر کے سپرنٹنڈنٹ تھے۔ اکثر ڈپٹی کمشنر آپ کی سیاست دانی کے قائل تھے۔ آپ تعطیلات میں جب قادیان تشریف لاتے تھے۔ تو بازار کے ہندو گھوڑے کی ٹاپ سن کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ اور ادب سے سلام کرتے تھے۔ آپ بڑے بہادر تھے اور غریب پرور تھے۔ اور دوستوں پر احسان کرنے میں بے نظیر تھے۔ چنانچہ ان کی نیکی کا ایک واقعہ جو میرے والد صاحب کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ یہ ہے۔ کہ ایک دفعہ میرے والد صاحب کی تبدیلی ڈلہوزی کی ہوگئی۔ جہاں ان کو گھوڑا نہ رکھ سکنے کی وجہ سے سخت تکلیف کا اندیشہ تھا۔ میرزا صاحب ان دنوں بیمار تھے۔ اور قادیان میں ہی مقیم تھے۔ انہوں نے میرزا صاحب کی خدمت میں گورداسپور سے رقعہ لکھا۔ کہ میری تبدیلی رکوائی جائے۔ تاکہ میں آرام سے گورداسپور میں رہوں۔ میں وہ رقعہ لے کر حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے اسی وقت ایک خط گورداسپور لکھا۔ اور مجھے کہا۔ کہ اسے ڈاک میں ڈال دو۔ اور ساتھ ہی فرمایا۔ کہ اپنے گھر والوں کو کہہ دو۔ کہ ان کی تبدیلی روک دی گئی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حالات

غالباً ۱۸۵۹ء کا زمانہ تھا۔ جبکہ میں میاں شمس الدین سے بوستاں پڑھا کرتا تھا۔ اور حضور براہین احمدیہ کا مسودہ لکھ رہے تھے۔ میاں شمس الدین صاحب اسکو صاف کیا کرتے تھے۔ اس سبب سے مجھے کبھی کبھی حضور کا نیاز حاصل ہو جایا کرتا تھا۔ اس زمانے میں آپ بالاخانے پر رہا کرتے تھے۔ اور بہت سی کتابیں کمرے میں بھری رہتی تھیں۔ اور آپ اکثر مطالعہ اور تحریر میں مصروف رہا کرتے تھے۔ تصنیف اور تحریر کا عام طریق آپ کا یہ تھا۔ کہ آپ ٹہل ٹہل کر لکھا کرتے تھے۔

ایک دو خورد سال یتیم اور بعض مسکین آپ کے پاس مقیم رہتے تھے۔ اکثر اوقات کھانا چھکے کے ذریعہ نیچے سے اوپر منگوا لیا کرتے تھے۔ آپ کی عادت تھی کہ آپ روزانہ سیر کے لئے تشریف لیجایا کرتے تھے۔ ایک۔ دو اور بعض اوقات تین میل تک سیر کیلئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اور سیر کے لئے کھارے یا بوٹراں کی طرف تشریف لے جایا کرتے تھے۔

ان ایام میں میر عباس علی صاحب جو ریاست پٹیالہ میں وزیر اعظم تھے۔ اکثر قادیان آیا کرتے تھے۔

حافظ حامد علی صاحب کی علالت

ابتدائی زمانے کی بات ہے۔ کہ حافظ حامد علی صاحب یہاں آئے۔ ان کو ضعف جگر کی بیماری تھی۔ ایک دفعہ وہ موضع کھارا میں گئے۔ انہوں نے مجھے کہا۔ کہ مجھے منور یعنی خبث الحدید درکار ہے میرزا صاحب نے فرمایا ہے۔ کہ منور لے آؤ۔ تم کو دوائی بنادیں چنانچہ میں ان کے ساتھ گیا۔ اور منور تلاش کیا۔

مجھے ان ایام میں چند خوابیں بھی آئی تھیں۔ میں نے وہ خوابیں حافظ صاحب کو سنائیں۔ تو حافظ صاحب مجھے اپنے ساتھ قادیان لے آئے۔ اور حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کیا۔ اور عرض کیا۔ کہ یہ لڑکا کھارے کا ہے۔ اس نے اپنے بعض خواب مجھے سنائے ہیں۔ آپ اس کی خوابیں سن لیں۔ میں اسی لئے اسے اپنے ہمراہ لایا ہوں۔ حضور اسوقت ٹہل رہے تھے۔ ازراہ شفقت مجھے ساتھ لے لیا۔ اور ٹہلتے ٹہلتے میری تین خوابیں سنیں۔

میں نے ان خوابوں میں حضرت یوسف علیہ السلام۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کی۔ جو حسب ذیل ہیں:۔

خواب نمبر ۱ کھارے کے غربی کنارے ایک چھپڑ ہے۔ اس چھپڑ کے غربی کنارے ایک بنجر زمین ہم نے کاشت کی تھی۔ میں نے دیکھا۔ کہ ایک سوار سبز رنگ کے گھوڑے پر سوار ہے۔ اور برقعہ اوڑھے ہوئے ہے۔ میں کھیت میں گیا۔ تو ایک متبرک صورت آدمی نظر آیا۔ اس نے مجھے کہا۔ کہ یہ حضرت یوسف علیہ السلام ہیں۔ پھر تھوڑا سا پردہ ان کا کھلا۔ تو میں نے دیکھا۔ کہ بڑی روشنی ہوگئی۔ اور میری آنکھ کھل گئی۔

خواب نمبر ۲ میں نے دیکھا۔ کہ ہمارے گھر میں بکثرت خوش رنگ چھوٹے چھوٹے جانور ہیں۔ اور ایک جانور بڑے مرغ کے برابر ہے۔ دیکھتے دیکھتے ایک شخص دکھائی دیا۔ اس نے مجھے کہا۔ کہ بڑا جانور حضرت ابراہیم علیہ السلام ہے۔ پھر میری آنکھ کھل گئی۔

خواب نمبر ۳ ریتی چھلہ کے شمال مشرق میں ایک کھیت ہے۔ اس کھیت کے جنوب مشرق میں میں نے دیکھا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کھڑے ہیں۔ آپ کے ہاتھ میں ایک موٹا سوٹا ہے۔ اور آپ کا لباس فاخرہ ہے۔ آپ مویشی چرا رہے ہیں۔ میں نے جب یہ خوابیں سنادیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ

یوسف علیہ السلام کو دیکھنے کا مطلب یہ ہے۔ کہ چالیس سال کی عمر میں تم پر بہت فضل ہوگا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام چونکہ جد پیغمبران ہیں۔ اس لئے اس شکل میں دکھائے گئے۔ اور چھوٹے جانوروں سے مراد صلحاء اور نیک لوگ مراد ہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کرے گا۔

اور تیسرے خواب کے متعلق فرمایا۔ کہ وہ ہمارے متعلق ہے اس وقت خاکسار کے دل میں ایک طاقت پیدا ہوگئی۔ اور اس روز سے میں روزانہ حضور کی خدمت میں حاضر ہونے لگا۔

ناقص گھی کی واپسی

ایک دفعہ حضرت ام المؤمنین صاحبہ نے مجھے گھی خریدنے کے لئے ایک روپیہ مرحمت فرمایا۔ وہ روپیہ لیکر خاکسار موضع بھنگواں میں گیا۔ اور مسماۃ جیونی جٹی سے گھی خریدا۔ اس کا گھر ستھرا خیال کیا جاتا تھا۔ اس نے سوا سیر نرخ بتلایا۔ گھی دینے سے قبل آگ پر گرم کر کے صاف کیا۔ میں گھی لے کر آگیا۔ حضور تھوڑی دیر کے بعد گھی لے کر واپس آئے۔ کہ یہ اچھا نہیں۔ اسے واپس کردو۔ میں نے بوجہ اپنی نادانی اصرار کیا۔ کہ حضور یہ گھی بہت عمدہ ہے۔ میرے بار بار اصرار پر فرمایا۔ ایک تو زیادہ گرم کرنے کی وجہ سے گھی خراب ہو گیا ہے۔ دوسرے جس برتن میں گھی تھا۔ وہ برتن خراب معلوم ہوتا ہے۔ تب میں نے گھی بازار میں فروخت کردیا۔ اور پھر کھارے سے عمدہ گھی خرید کر لایا۔ اسے دیکھکر فرمایا۔ ہاں یہ ٹھیک ہے۔

گھر کے کسی فرد کی بیماری میں آپ کی حالت

جب حضرت خلیفۃ المسیح اول رض یہاں تشریف لے آئے ہوئے تھے۔ اندر کسی کو پیچش کی شکایت تھی۔ تو حضور اندر سے تشریف لائے۔ اور فرمایا۔ کہ ابھی تخفیف نہیں ہوئی۔ آپ کافور ملا کر فلاں دوائی بنادیں۔ چنانچہ خاکسار بازار سے دوائیاں خرید کر لایا۔ اور کھرل میں پیس کر گولیاں بنالیں۔ حضور اس وقت بیمار پر شفقت کی وجہ سے کبھی بالاخانے پر اور کبھی نیچے تشریف لاتے تھے۔ گول کمرے کا صحن اس وقت کھلا تھا۔

اسوقت حضور کی زمینوں کا انتظام حضرت نانا جان میر ناصر نواب صاحب مرحوم فرماتے تھے۔

والد کی ناراضگی کا علاج

میں نے ایک دفعہ عرض کی۔ کہ حضور میرے والد صاحب مجھ پر ناراض رہتے ہیں۔ تو حضور نے فرمایا۔ کہ **ان کی خوب خدمت کرو۔ اور ان کو خوب خوش رکھو۔ اور ان کے سامنے اف تک نہ کرو۔**

حضور کو دنیا کی ہدایت کا ہر دم خیال رہتا تھا

میرزا سلطان احمد صاحب کی جب پہلی شادی ہوئی۔ یہ غالباً سنہ ۸۰ یا ۸۱ء کی بات ہے۔ تو ایک نقال مسمی قطب الدین میرزا نظام الدین صاحب کے دیوان خانے میں آیا۔ اور اس نے کچھ سوال کیا۔ کہ اس شادی کی تقریب پر مجھے کچھ دو۔ میرزا امام الدین صاحب نے کہا۔ کہ ان کے والد سے جا کر مانگو۔ اگر وہ کچھ دیں گے۔ تو ہم بھی دے دیں گے۔ اس نقال نے کہا۔ کہ حضور وہ تو بیٹے سے ناراض ہیں۔ وہ مجھے کیسے دیں گے۔ اور آپ ان کے منتظم اور مختار ہیں۔ اس لئے آپ سے مانگتا ہوں مگر وہ اسی امر پر زور دیتے رہے۔ اور کہا۔ کہ اگر تو وہاں سے ایک روپیہ لائے۔ تو ہم دو دیں گے۔ آخر مجبوراً وہ حضرت صاحب کی خدمت میں روانہ ہوا۔ وہ مسجد کی سیڑھیاں چڑھ رہا تھا۔ اتفاق سے حضرت اقدس اوپر سے اتر رہے تھے۔ جونہی اسکی نظر پڑی۔ تو اس نے ادب سے سر جھکا کر سلام کیا۔ اور کہا۔ کہ حضور کے بیٹے کی شادی پر کچھ مانگنے کے لئے آیا ہوں۔ حضور نے سن کر فرمایا۔ **میاں قطب الدین نماز پڑھا کرو۔ اور خدا کو یاد کیا کرو۔ اور اس پیشہ کو چھوڑ دو۔**

اس نے کہا۔ کہ حضور پھر کھائیں کہاں سے۔ میں عیال دار آدمی ہوں۔ حضور نے فرمایا۔ کہ اپنے اہل و عیال کو یہاں لے آؤ۔ اور کھانا ہمارے ہاں سے کھا لیا کرو۔ اور اپنی جیب سے دو روپے مرحمت فرمائے۔ اور پھر فرمایا کہ یہ پیشہ تم چھوڑ دو۔

وہ دو روپے لے کر میرزا نظام الدین صاحب کے ہاں آیا۔ تو انہوں نے ایک روپیہ دینا چاہا۔ مگر اس نے اس وقت تک نہ چھوڑا۔ جب تک پانچ روپے نہ لے لئے۔

(باقی آئندہ)

میں کیونکر احمدی ہوا

خودکنی و خودکنانی کار را
خود تو رونق دہی آن بازار را

از قلم صوفی فضل آلٰہی صاحب احمدی بمبئی والے

صوفی فضل آلٰہی صاحب ان لوگوں میں سے ہیں۔ جو متوکلانہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور جنہوں نے اپنے آپ کو بالکل خداتعالیٰ کی مرضی پر ڈال رکھا ہے۔ لمبی دعائیں کرنے والے بزرگ ہیں۔ انہوں نے ہندوستان میں لمبے چوڑے سفر بھی کئے ہیں۔ بہت سے ان کو تجربے ہوئے۔ مختلف الخیال انسانوں سے ملنے کا ان کو اتفاق ہوا۔ اور ان سے باتیں کرنے کے موقعے ملے۔ ان کے حالات زندگی بہت دلچسپ ہیں۔ اور پڑھنے والوں کے لئے علمی لذت کے سوا بہت سی نصائح بھی رکھتے ہیں (ایڈیٹر)

ہر وہ انسان جو اپنے حالات و واقعات پر غور کرتا ہے۔ غور کرنے پر ضرور ضرور اس کو اس نتیجہ پر پہنچنا پڑتا ہے کہ جو کچھ بھی وہ روز مرہ کرتا کرواتا ہے۔ درحقیقت اس کا سب کچھ کرنا کروانا ایک بلند و بالا ہستی کے ارادہ اور منشاء کا ظہور ہے۔ کہ جس بزرگ و برتر ہستی کو انسان اپنی ان فانی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتا۔ قرآن شریف میں آیۃ مبارکہ وفی انفسکم افلا تبصرون نہایت خوبی سے اس طرف اشارہ کر رہی ہے۔ مبارک ہیں وہ انسان جو اپنے حالات و واقعات پر غور و فکر کرتے ہیں۔

اس خداتعالیٰ کی قسم جو سب مخلوق کی جان اور نور ہے۔ خاکسار کو حضرت مسیح موعودؑ کے طفیل اپنے حالات و واقعات پر غور و فکر کی عادت پیدا ہوئی۔ کیا ہی خوب کہا گیا ہے۔ ؎

جمال ہمنشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہما خاکم کہ ہستم

خاکسار جب اپنی زندگی کے مختلف حالات و واقعات پر غور کرتا ہے۔ تو اپنی ہر حرکت کو خداتعالیٰ کے ارادہ اور منشار کا ایک پوشیدہ پیغام سمجھتا ہے۔

(میں) خاکسار ایک معمولی گاؤں منگلور ضلع ہزارہ سے چودہ پندرہ برس کی عمر کے قریب نومبر ۱۹۱۳ء میں لاہور امرتسر سے ہوتا ہوا قادیان دارالامان پہنچا۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ سے مدرسہ میں داخلہ کی اجازت کے خیال سے ملاقات کی۔ ان کے شریک مجلس دوست حضرت مسیح موعود ع کے متعلق کچھ ذکر اذکار کر رہے تھے۔ خاکسار توجہ سے سنتا رہا۔ سننے کے بعد خاکسار اس نتیجہ پر پہنچا۔ کہ حضرت مرزا صاحب یقینی طور پر خداتعالےٰ کے ولی تھے۔ جس طرح کہ اور بہت سے ولی اللہ ہوئے ہیں اور دنیا سے گزر گئے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب کو خاکسار کے خیال کے موافق اتنی چھوٹی عمر میں ولی اللہ بھی یقینی طور پر مان لینا خداتعالےٰ کے رحم اور اس تصرف کا نتیجہ ہے۔ جس تصرف نے تعلیم حاصل کرنے کی خاطر منگلور سے قادیان پہنچایا۔ قادیان دارالامان میں ایک رات اور دن کا کچھ حصہ گزارنے کے بعد خاکسار امرتسر سے ہوتا ہوا میرٹھ پہنچا۔ صدر بازار میرٹھ کے مدرسہ امدادیہ کے ایک مدرس جن کا نام مولوی اختر شاہ صاحب ہے۔ کچھ عرصہ تک صرف نحو کی بعض کتب پڑھتا رہا۔ اس دوران میں اللہ تعالیٰ اپنی ربوبیت قدیم کا اظہار نواب محمد اسحاق خاں صاحب جج کے ہاتھ سے کرتا رہا۔ خاکسار کے استاد کو جتنی تنخواہ مدرسہ سے ملا کرتی تھی۔ اس سے کچھ زیادہ رقم خاکسار کو بطور وظیفہ امدادیہ نواب صاحب دے دیا کرتے تھے۔

خاکسار کو جو رقم بھی بطور وظیفہ کے ملتی۔ اس رقم کو چند یوم میں ہی ملاقاتی طالب علموں پر خرچ کر دیا کرتا۔ بالکل ابتدائی زندگی میں ورنیکلر مڈل سکول کے تعلیم کے زمانہ سے مولوی الطاف حسین صاحب کا یہ شعر ؎

یہی ہے عبادت یہی دین و ایماں۔ کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

زبان پر جاری رہتا تھا۔ اس زمانہ میں کسی نے مجھے خداتعالیٰ سے محبت کرنا سکھایا نہ تھا۔ لیکن میں ضرور ضرور اپنے اندر ہر آن خداتعالیٰ کی محبت کی تڑپ محسوس کرتا تھا۔

یہ تڑپ جو بن سکھائے اندر ہی اندر کام کر رہی تھی۔ خداتعالےٰ کے ازلی ابدی تصرف کا نتیجہ تھی۔ اور خودکنی و خودکنانی کار را کا مبارک پیغام تھا۔

میرٹھ کے بعد تعلیم کا خیال خاکسار کو دہلی لے گیا۔ دہلی میں مدرسہ فتحپوری میں تعلیم کی خاطر داخل ہوا۔ چند دنوں میں دو تین دوست فارسی پڑھنے والے مل گئے۔ پس اس ذریعہ سے خداتعالیٰ دہلی کے قیام کے دنوں صبح و شام کی روٹی پہنچاتا رہا۔

دہلی کے قیام کے دنوں ایک دن خاکسار ایک مٹھائی فروش کی دکان پر مٹھائی لینے کی خاطر گیا۔ مٹھائی فروش نے ایک کتاب سے کاغذ پھاڑ کر مٹھائی دینی چاہی۔ خاکسار کی نظر کتاب کے نام پر پڑی۔ کتاب کا نام نزول المسیح تھا۔ یہ نام مجھے پسند آیا۔ اور منت سماجت پر مٹھائی فروش سے کتاب مانگ لی۔ اس طرح پر نزول المسیح کے مطالعہ کا موقعہ مل گیا مطالعہ کے بعد خاکسار حضرت مرزا صاحبؑ کے حقیقی دعاوی پر ایمان لایا۔ اس سے قبل خاکسار حضرت مرزا صاحبؑ کو ایک ولی اللہ سمجھتا تھا۔ اور بس۔ خاکسار کو اس رنگ میں نزول المسیح کے دیکھنے کا موقع ملنا خداتعالیٰ ہی کی رحمت اور زبردست تصرف کا ظہور ہے۔ اور یہ حالت بھی خودکنی و خودکنانی کار را۔ کا ایک خوش کن نغمہ ہے۔ نزول المسیح کے مطالعہ کے بعد خاکسار نے اپنے فارسی پڑھنے والے دوستوں سے ذکر کیا۔ ذکر کرنے پر وہ ناراض ہو گئے۔ اور بُرا بھلا کہنے لگے۔ دوستوں کی ناراضگی نے دہلی چھوڑنے پر مجبور کیا۔ بمبئی کی تعریف جغرافیہ میں پڑھی ہوئی تھی۔ یہ خیال کر کے کہ بمبئی جا کر ملازمت کی جائے۔ ملازمت کا خیال دہلی سے بمبئی لے گیا۔ بمبئی میں کلابہ نام سٹیشن پر خاکسار ٹرین سے اترا۔ سٹیشن سے باہر نکلا۔ اور ایک مزدور کو ساتھ لے کر شہر کی رونق اور آدمیوں کی آمد و رفت نے اور طرح طرح کی آوازوں نے حیرت کے سامان پیدا کر دیئے۔ تقریباً ایک گھنٹہ کے بعد ایک بہت بڑی دکان سے گذر ہوا۔ جس کا نام وائٹ وے لیڈلا تھا۔ اس دکان کے سامان اور آرائش کو تھوڑی دیر کھڑا دیکھتا رہا۔ تھوڑی دیر دیکھنے کے بعد یک لخت دعا کی تحریک ہوئی۔ اس وقت جو دعا کی۔ وہ اس طرح پر تھی۔ کہ اے خدا اے خالق و مالک ارض و سما۔ اے ارحم الراحمین۔ تو اپنی تدبیر اور احسان سے فضل آلٰہی کو بھی اس دکان سے چیزیں خریدنے کی توفیق دینا۔ تو تو قادر اور ارحم الراحمین ہے۔ چند بار دعائیہ کلمات دہرانے کے بعد وہاں سے آگے چلا۔ کچھ تھوڑی دور چلنے پر ایک خوبصورت مسجد نظر آئی۔ مسجد کی خوبصورتی کو دیکھنے پر خیال ہوا کہ اس مسجد میں رات کو ٹھیرنا چاہیئے۔ تھوڑا سا سامان تھا۔ مزدور سے لے کر مسجد میں رکھا۔ اور عصر کی نماز پڑھی۔ مسجد میں بیٹھے بیٹھے مغرب کی نماز کا وقت ہوا۔ ایک کونے میں الگ کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔ جب نمازی چلے گئے۔ تو مسجد کے محافظ نے کہا۔ تم کون ہو۔ میں نے کہا۔ ایک طالب علم مسافر ہوں۔ کہنے لگا۔ یہ مسافروں کی جگہ نہیں۔ اپنے سونے بیٹھنے کا انتظام کر لینا۔ محافظ کا یہ حکم ترش روئی سن کر کچھ پریشانی پیدا ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم سے دعا کی عادت تھی۔ دعا کرنی شروع کی۔ کہ اے خدا اے بادشاہ ارض و سما بہت سے انسانوں کے لئے گھر اور محل ہیں۔ اور بہت سے جانوروں کے لئے غار ہیں۔ اور بہت سے پرندوں کے لئے گھونسلے ہیں۔ لیکن تیرے پیدا کردہ فضل آلٰہی کے لئے اسوقت کوئی آرام کی جگہ نہیں۔ اس دعا کو کاغذ پر لکھنا شروع کیا۔ کاغذ پر لکھنا شروع ہی کیا تھا۔ کہ ایک شخص پاس آ کر کھڑا ہوا۔ اور کاغذ پر دیکھنے لگا۔ جب میں نے دعا لکھنا ختم کیا۔ تو اس نے کہا۔ تم کہاں سے آئے ہو۔ خاکسار نے کہا۔ ایک طالب علم ہوں۔ دہلی سے آیا ہوں۔ اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا۔ اور ایک پڑیہ مجھے دی۔ پھر خاکسار نے اس سے کہا۔ کہ میرے سونے کا کوئی انتظام نہیں۔ اس نے مسجد کے محافظ کو بلایا۔ اور کہا۔ اس مسافر طالب علم کو سونے دینا۔ پڑیہ کو جب کھولا گیا۔ تو اس میں ۱۹/ انیس روپیہ کی رقم تھی۔ اس وقت بے اختیار زبان پر حضرت مسیح موعود ع کے دعائیہ اشعار جاری ہوئے۔ اور وہ یہ ہیں۔

اے خدا اے چارۂ آزار ما ۔ اے علاج گرم ہائے زار ما
اے تو مرہم بخش جانِ ریش ما ۔ اے تو دلدار دل غم کیش ما
از کرم برداشتی ہر بار ما ۔ ورنہ تو ہر بار و برے اشجار ما
حافظ و ستاری از جود و کرم ۔ بیکساں را یاری از لطف اتم
بندۂ درماندہ باشد دل تپاں ۔ ناگہاں درماں براری از میاں
خودکنی و خودکنانی کار را ۔ خود تو رونق دہی آں بازار را
حسن و خلق و دلبری بر تو تمام ۔ صحبتے بعد از لقائے تو حرام

خداتعالےٰ نے اپنے عہد کے موافق دعا قبول فرمائی۔ اور آرام کے لئے مسجد میں جگہ دی۔ یہ رات مجھ پر بمبئی میں پہلی رات تھی۔

(باقی آئندہ)

میرے تاثرات و مشاہدات

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سالانہ جلسہ

ہر سال کے سالانہ جلسے کے حالات اخبارات سلسلہ کے ایڈیٹر اپنی اپنی نظر سے لکھتے ہیں۔ الحکم بھی سالانہ جلسے کے متعلق اپنے مشاہدات اور تاثرات لکھا کرتا ہے۔ چنانچہ اسی سنت پر میں اس سال بھی اپنے مشاہدات سپرد قلم کرتا ہوں۔

اس سال کا جلسہ گذشتہ سال کے جلسے سے بالکل مختلف تھا۔ گذشتہ سال بالشویک ایجنٹوں نے جو احرار کے نام سے مشہور ہیں۔ ہندوستان میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کے خلاف وہ طوفان بے تمیزی اٹھا رکھا تھا۔ کہ ہر جگہ ہمارے لئے کھڑا ہونا مشکل ہو رہا تھا اس پر بس نہ کر کے ہمارے مرکز میں بھی خطرناک طوفان بے تمیزی مچایا جا رہا تھا۔ اور ضلع کے کئی افسران کی مدد پر تھے۔ اور مقامی پولیس ان کی خوب پیٹھ ٹھونک رہی تھی۔ اس سال اللہ تعالےٰ نے گذشتہ سال کے نقشہ کو بدل دیا۔ احرار کا اقتدار سارے ہندوستان سے مٹ گیا۔ اور ان کا مغرور لیڈر جو قادیان کے الٹ دینے کے خواب دیکھ رہا تھا۔ جیل خانہ کی کوٹھڑی میں محصور ہو گیا۔

اس طرح اس سال کی فضا گذشتہ سال کی نسبت بالکل بدل گئی۔

مہمانوں کی آمد قادیان میں مہمانوں کی آمد کا سلسلہ تو شروع دسمبر سے ہی شروع ہو گیا تھا۔ بہت سے لوگ رمضان شریف کی برکات سے فائدہ اٹھانے کے لئے آ گئے تھے۔ مگر ۲۱ر اور ۲۲ر سے مہمانوں کی تشریف آوری بہت بڑھ گئی۔

۲۳ر دسمبر کا دن

صوفی مطیع الرحمن صاحب مبلغ امریکہ اور آنریبل سر محمد ظفر اللہ خان کی آمد

۲۳ر دسمبر کا دن بہت مبارک تھا۔ کیونکہ اس دن ہمارے ایک نہایت ہی کامیاب مبلغ صوفی مطیع الرحمن صاحب مبلغ امریکہ آٹھ سال کے لمبے عرصے کے بعد نئی دنیا کے باشندوں کو کلمۃ الحق پہنچا کر اور نور اسلام سے منور کر کے واپس تشریف لا رہے تھے۔ نیز چودھری سر محمد ظفر اللہ خاں بھی اسی دن اسی ٹرین سے قادیان وارد ہو رہے تھے۔

۲۳ر دسمبر کی صبح ہی سے ساکنین قادیان اس خبر کی وجہ سے بہت خوش اور مسرور تھے۔ صبح ۹ بجے سے لوگ انفرادی طور پر اور جماعتی رنگ میں اسٹیشن کی طرف روانہ ہو رہے تھے۔ گاڑی کے آنے سے قبل دو تین ہزار نفوس کا اجتماع ہو گیا۔ حضرت امیر المؤمنین اپنے خادم کی عزت افزائی کے لئے خود تشریف لائے ہوئے تھے۔ گاڑی کے آنے سے قبل ان ہزارہا بندگان خدا کی آنکھیں گاڑی کے راستے کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ گاڑی آئی اور اللہ اکبر کا غلغلہ بلند ہوا۔ صوفی صاحب گاڑی کے دروازے میں کھڑے تھے۔ اور اپنے ہاتھ اور زبان سے ساکنین دارالامان کو السلام علیکم کہہ رہے تھے۔

سب سے پہلے حضور نے اپنے خادم اور سپاہی کو اپنی آغوش محبت میں لیا۔ اور اپنے سینے سے لگا کر اس کی عزت کو چار چاند لگا دیئے۔ حضور نے صوفی صاحب سے لمبا معانقہ فرمایا۔ اور ان کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے۔ میں نے اس نظارے کے متعلق اپنے تصور کی دنیا میں غور کیا۔ آج سے دو تین سو سال کے بعد دنیا کے بادشاہ چاہیں گے۔ کہ وہ اپنے تاج و تخت سے دست بردار ہو جائیں۔ مگر ان کو یہ نعمت نصیب ہو۔ کہ خدا تعالےٰ کے برگزیدہ نبی کا لخت جگر۔ حسن و احسان میں اسکی نظیر اور مومنوں کا امیر ان کی اس طرح عزت افزائی کرے۔ لیکن وہ اس نعمت کو نہ پا سکیں گے۔ بس میں نے کہا۔ کہ یہ کیسی نعمت ہے۔ جو اس انسان کو مل رہی ہے۔ یہ کیسا خوش نصیب انسان ہے۔ جس کے لئے دارالامان کے راستباز جمع ہو کر آج اپنی فرحت اور شادمانی کا اظہار کر رہے ہیں۔

الغرض

حضرت امیر المؤمنین کی اس عزت افزائی کے بعد ہر طرف سے پھولوں کے ہار اور معانقے اور سلام ہونے لگے حضرت امیر المؤمنین اپنے چند خادموں سمیت ایک طرف الگ کھڑے ہو گئے۔ اور احباب کو ملنے کے لئے موقع دے دیا۔

چودھری سر ظفر اللہ خاں وزیر تجارت بھی سالانہ جلسہ اور رمضان المبارک کے آخری عشرے سے فائدہ اٹھانے کے لئے اس گاڑی سے تشریف لائے تھے۔ ان کا سفید سالون اسی ٹرین کے پچھلی طرف تھا۔ چودھری صاحب کی آمد بھی ازدیاد ایمان کا باعث تھی۔ لوگوں نے چودھری صاحب موصوف کے متعلق بڑی بڑی تعریفیں لکھی ہیں۔ مگر مجھے ان کی سب سے بڑھ کر جو بات پسند ہے۔ وہ ان کی سادگی اور محبت دینی ہے۔ دشمن جلتا ہے۔ اور احمدیت کا نام لے کر ان کے خلاف پراپیگنڈا کرتا ہے۔ مگر انہوں نے نہ اپنی اس سادگی میں جو وزارت سے قبل تھی۔ کوئی تبدیلی کی اور نہ لوگوں کے خوف سے اپنی دینی محبت پر کوئی پردہ ڈالا۔ اور اس طرح ہم کو یہ سبق دیا۔ کہ ہم دنیا کے بڑے سے بڑے درجے پر پہنچ کر بھی اپنے مذہب پر قائم رہ سکتے ہیں۔ چودھری صاحب کی پوزیشن کے لوگ عام طور پر مذہب کی پروا نہیں کرتے۔ اور وہ اپنی زندگی کا معراج اس دنیا کی ترقی کو جان کر خوش ہو جاتے ہیں۔ الغرض چودھری صاحب موصوف اپنی معروف سادگی اور محبت دینی کے جذبہ کو لیکر قادیان پہنچ گئے۔ اور حضرت امیر المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے پاس کھڑے ہو گئے۔

حضور نے اپنے خادم کا اسوقت تک انتظار کیا۔ جس وقت تک کہ تمام احباب معانقوں سے فارغ نہ ہو چکے۔

احمدیہ لوکل انجمن کی طرف سے ایڈریس قادیان کی لوکل جماعت کی طرف سے صوفی صاحب کی خدمت میں صاحبزادہ مولوی عبدالسلام صاحب عمر نے زبانی ایڈریس پیش کیا۔ انہوں نے بتلایا۔ کہ ایسے موقعوں پر چونکہ ہر ایک شخص جذبات سے پر ہوتا ہے۔ اس لئے میں کوئی لمبی چوڑی تقریر نہیں کر سکتا۔

صوفی صاحب آپ نے جو شاندار خدمات امریکہ میں ادا کی ہیں۔ وہ بہت بڑی حد تک قابل تعریف اور قابل شکریہ ہیں۔ جن مشکلات میں سے آپ گزرے۔ شاید ان کا علم ہم کو نہ ہوتا۔ اگر چودھری سر محمد ظفر اللہ خانصاحب امریکہ جا کر خود آپ کے حالات کو نہ دیکھتے۔ آپ کی ان خدمات کی وجہ سے ہم آپ کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

صوفی صاحب کا جواب صوفی صاحب نے کہا۔ کہ میں اسوقت جذبات سے پر ہوں۔ اور میں اس ایڈریس کا جواب اس وقت نہیں دے سکتا۔ ہاں اس قدر ضرور کہنا چاہتا ہوں۔ کہ خدا تعالےٰ مجھے اپنے فضل سے کامیاب کر کے لایا ہے۔ یہ کامیابی میری ہی نہیں۔ بلکہ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کامیابی ہے۔ پھر حضرت امیر المؤمنین کی کامیابی ہے۔ پھر جماعت احمدیہ کی کامیابی ہے۔ اور پھر میرے ساتھ ان نو مسلموں کی کامیابی ہے۔ جو وہاں میرے ساتھ دن رات تبلیغ کا کام کر رہے تھے۔ اس کے بعد میں آپ کے اس ایڈریس کے جواب میں جزاکم اللہ احسن الجزاء کہتا ہوں

صوفی صاحب کے اعزاز میں نیشنل لیگ کور کی سلامی گذشتہ سال کی برکات میں سے ایک برکت نیشنل لیگ کور کا وجود بھی ہے جس کا تفصیلی ذکر پھر آئے گا۔ کور کے تین سو باوردی والنٹیئر اس تقریب پر اسٹیشن پر موجود تھے۔ اور دو رویہ کھڑے تھے۔ انہوں نے صوفی صاحب کے اعزاز میں فوجی سلامی اتاری اور صوفی صاحب نے تمام والنٹیئرز کو مصافحہ کی عزت دی صوفی صاحب پہلے مبلغ ہیں۔ جن کو کور نے بحیثیت مبلغ سب سے پہلے سلامی دی۔ مصافحوں وغیرہ سے فارغ ہو چکنے پر حضرت امیر المؤمنین نے اپنی کار میں اپنے ساتھ بیٹھنے کا شرف بخشا اور اپنے ساتھ شہر لے آئے۔ اس طرح ۲۳ر دسمبر کی صبح کو قادیان کے اسٹیشن پر ایک زبردست اجتماع اور ایک شاندار مظاہرہ ہوا۔ جو گوناگوں صفات اپنے اندر لئے ہوئے تھا۔ اور اس طرح میں یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ اس سال کے جلسے پر ۲۳ر دسمبر کو امریکہ کا مبلغ نو مسلمین امریکہ کے مخلصانہ پیغام اور وفادارانہ جذبات کا حامل ہو کر قادیان پہنچ گیا۔

۲۳ر دسمبر کی شام

جیسے ۲۳ر دسمبر کا دن ایک تاریخی دن تھا۔ ویسے ہی ۲۳ر دسمبر کی شام ایک تاریخی شام تھی۔ اس دن قرآن کریم کا درس جو ہر سال دیا جاتا تھا۔ ختم ہو رہا تھا۔ اس تقریب پر حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالےٰ ہمیشہ معوذتین کا درس دیکر قرآن کریم ختم فرمایا کرتے ہیں۔ اور اس کے بعد دعا فرمایا کرتے ہیں۔ چنانچہ عصر کے بعد حضور نے معوذتین کی لطیف تفسیر فرمائی۔ اس درس کی شمولیت کے لئے حیدر آباد دکن

تک کے احباب تشریف لے آئے تھے۔ باہر سے آئے ہوئے مہمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد موجود تھی۔ جو اس دعا اور درس کے برکات سے فائدہ حاصل کرنے کے لئے آئے ہوئے تھے۔

اتفاقات حسنہ سے رمضان کا آخری عشرہ تھا۔ حضرت امام قرآن کریم کا درس دے کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھانے والے تھے۔ ہندوستان کے اکناف و اطراف سے نہ پہنچ سکنے والے دوستوں کی تاریں دھڑا دھڑ پہنچ رہی تھیں۔ نہ صرف ہندوستان کی تاریں بلکہ لنڈن و افریقہ تک کے احباب کی تاریں پہنچ رہی تھیں۔ حضور نے ان سب کا ذکر کر کے اپنے ہاتھ اٹھائے۔ اس زمانے کے مؤمنین اور انصار و مہاجرین کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب بہ رہا تھا۔ آہ و پکار کی آوازیں آسمان کی طرف اٹھ رہی تھیں۔ اور قادیان کی مقدس بستی سے زندہ خدا پر ایمان رکھنے والوں کی ایک بڑی جماعت اپنی دعاؤں کو اپنے مولیٰ حقیقی کے حضور پیش کر رہی تھی۔ یہ سلسلہ کافی لمبا ہو گیا۔ حتیٰ کہ منارۃ المسیح سے مؤذن نے مغرب کی کے لئے کہا۔

اللہ اکبر اللہ اکبر

اس اذان کے ساتھ ہی دعا ختم ہوئی۔ حضرت امام مسجد مبارک میں نماز کے لئے تشریف لے گئے۔ اور تقریباً دو ہزار نمازیوں نے اسی مسجد اقصیٰ میں نماز مغرب ادا کرتے ہوئے اپنے سر آستانہ الٰہی پر رکھ دیئے۔

۲۴ر دسمبر کی صبح

مولوی محمد صادق صاحب مبلغ سماٹرا کی تشریف آوری

۲۳ر دسمبر کی طرح ۲۴ر دسمبر کی صبح ساکنین دار الامان کیلئے ایک نئی مسرت لائی۔ مولوی محمد صادق صاحب مبلغ سماٹرا پانچ سال تک سماٹرا میں تبلیغ اسلام کی خدمت سر انجام دے کر واپس تشریف لا رہے تھے۔ وہی کل کا نظارہ پھر آنکھوں نے دیکھا۔ ہر طرف سے احباب قادیان اور مہمانان قادیان چلے آ رہے تھے۔ نیشنل لیگ کورز کے سپاہی ایک دو۔ ایک دو۔ کرتے ہوئے چلے آ رہے تھے ۲۳ر تاریخ کو کور کی کمان سید احمد صاحب مولوی فاضل افسر جیش کے سپرد تھی۔ اور آج میرزا گل محمد صاحب سالار جیش اور چوہدری اسد اللہ خاں بیرسٹر ایٹ لاء ناظم اعظم کی زیر سرکردگی تھی

حضرت امیر المؤمنین آج اپنے دوسرے خادم کو نوازنے کے لئے تشریف لائے۔ اور حضور نے عملی رنگ میں مبلغین اور خادمان دین کے متعلق اپنا پاک نظریہ پیش کیا۔ اور بتلایا کہ وہ جو دین کی خدمت کرتا ہے۔ وہ حضور کو سب سے زیادہ پیارا ہے۔ گاڑی میں ابھی دیر تھی۔ حضور پلیٹ فارم پر ٹہلتے رہے۔ چوہدری اسد اللہ خانصاحب اور میرزا گل محمد صاحب سردار کرم داد خاں صاحب بطور گارڈ آف آنر کے حضور کے ساتھ تھے۔

نیشنل لیگ والنٹیر کورز کے ممبر بھی جگہ جگہ ڈیوٹیاں دے رہے تھے۔ گاڑی آئی۔ مبلغ اسلام جذبات کا ایک بے پایاں سمندر لئے ہوئے گاڑی کی کھڑکی سے اپنے آقا و مولیٰ کو اسٹیشن پر کھڑے ہوئے دیکھ کر دل ہی دل میں نہال ہو رہا تھا۔ گاڑی کھڑی ہوئی۔ اللہ اکبر کے تین نعرے فضائے آسمان تک پہنچ گئے۔ حضور نے اپنے خادم کو جو پانچ سال تک اپنے اقرباء اور بیوی بچوں اور وطن کو چھوڑ کر لوائے اسلام کو بلند کرنے کے لئے غریب الدیار بنا رہا۔ اپنے سینے سے لگایا۔ اور معانقے کا شرف بخشا۔ اس کے بعد مولوی صاحب نے اکثر احباب سے مصافحہ کیا۔ نیشنل لیگ کورز سے اعزازی سلامی لی۔ اور حضرت امیر المؤمنین کے ساتھ موٹر میں بیٹھ کر شہر کو تشریف لے گئے۔ میں نے آج اور کل کے نظارے کو دیکھا۔ اور میں

محو حیرت ہو گیا

میرا تصور مجھے کہاں سے کہاں لے گیا۔ میں نے اپنے تصور میں دیکھا۔ کہ ایک دن تھا۔ یہ کہ اس زمانہ کے نبی کو دنیا میں کسی جگہ امن نہیں تھا۔ اور اس قادیان کی بستی میں بھی یہ حالت تھی۔ کہ اپنے کہلانے والے بھی درپے آزار تھے۔ اور جس طرف نگاہ جاتی تھی۔ مخالفوں کے گھر نظر آتے تھے۔

اس وقت ایک چھوٹے سے کمرے میں ایک اس راستباز نے ایک آواز سنی۔ **میں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔** یہ وہ آواز تھی۔ جسے اس وقت اس راستباز کے سوا کسی نے نہ سنا۔ بلکہ جب اس راستباز نے اس امر کا اظہار کیا۔ اور کہا۔ کہ مجھے ایک آواز تسلی دیتی ہے۔ اور وہ مجھے دشمنوں کے طوفان بے تمیزی میں سے میرے دل کے پاس آتی ہے۔ اور کہتی ہے۔ کہ میں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ تو انہوں نے شور مچایا۔ اور کہا۔ کہ جھوٹ ہے۔ جھوٹ ہے۔ افتراء ہے۔ افتراء ہے۔ تب اس نے ایک شیر کی سی گرج دار آواز سے کہا۔ کہ نہیں نہیں۔ مجھے خدا فرماتا ہے۔

الا ان نصر اللہ قریب۔ یاتیک من کل فج عمیق۔ یاتون من کل فج عمیق۔ ینصرک اللہ من عندہ۔ ینصرک رجال نوحی الیہم من السماء۔ لا مبدل لکلمات اللہ۔ انا فتحنا لک فتحاً مبینا۔

یاد رکھو۔ خدا کی نصرت قریب ہے لوگ دور دراز ملکوں سے تیرے پاس آئیں گے۔ اور وہ اپنے ساتھ تحفے لائیں گے۔ خدا خود تیری مدد کرے گا۔ اور ایسے آدمیوں سے مدد کرائیگا۔ جن کا راہنما خدا تعالیٰ خود ہو گا۔ خدا تعالیٰ کے منہ کی باتیں اٹل ہیں۔ اور تمہارے لئے تو ہم نے کھلی کھلی فتحمندی رکھی ہے۔

میرے تصور نے مجھے کہا۔ جب خدا تعالیٰ اپنے بندے سے یہ کہہ رہا تھا۔ اور جس وقت ساری دنیا اس کو مٹانے کے لئے تیار تھی۔ اور ظاہری آنکھوں کو اور ظاہری حالات کو دیکھنے والے انسانوں کو ان باتوں کے بالکل خلاف نظر آتا تھا۔ اور وہ یہی خیال کرتے تھے۔ کہ ان باتوں کی کوئی حقیقت نہیں۔ مگر آج وہ مخالفت کے دھوئیں دار بادل پھٹ گئے اور خدائی نصرت کا آسمان صفائی سے نظر آنے لگا۔ آج ہم اپنی زندگی میں مشاہدہ کر رہے ہیں۔ کہ دنیا کے کونوں سے لوگ آ رہے ہیں۔ ہر ایک ملک میں احمدیت کو ترقی حاصل ہو رہی ہے۔ اور وہ لوگ جن کا خدا تعالیٰ نے وعدہ دیا تھا۔ وہ عالم وجود میں ہمارے دیکھتے دیکھتے آ گئے اور وہ دنیا کے ملکوں میں نصرت الٰہی کی مدد سے پھیل گئے ہیں۔ بے شک خدا کی باتیں اٹل تھیں۔ احمدیت کو وہ فتح جو مسیح موعودؑ کے لئے مقدر تھی۔ آج دنیا کے ہر کونے میں مل رہی ہے۔

بے شک آج کا دن ان پیشگوئیوں کے پورا ہونے کا دن ہے۔ میرے تصور نے ان مبلغوں کو بے سروسامانی کی حالت میں اور دور دراز ملک شہروں میں اترتے دیکھا۔ اور پھر ان کی روانگی کے وقت ان لوگوں کی جماعتوں کو دیکھا جو ان کے پسینہ کی جگہ خون بہانے کو تیار ہیں۔ اور پھر میں نے آج کی حالت کو دیکھا۔ تب میرے ایمان میں ایک بہت بڑی قوت پیدا ہوئی۔ مجھے نیا نور نئی بصیرت اور نیا یقین دیا گیا۔ تب میں نے ایک بصیرت اور شعور سے کہا۔

میرزا غلام احمد کی جے

(باقی آئندہ)

خان بہادر احمد الدین او۔ بی۔ ای

جنوبی ہند کا مشہور علمی فیاض خان بہادر احمد الدین کو اس سال نو کی تقریب پر حضور ملک معظم کی طرف سے او۔ بی۔ ای کا جدید خطاب دیا گیا۔ خان بہادر کی ملکی و ملی خدمات اس قسم کی ہیں۔ کہ وہ نہ صرف ہندوستان میں بلکہ ہندوستان کے باہر بھی ہر دلعزیزی کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ جس سال ان کو حج جانے کا شرف حاصل ہوا۔ اسی سال وہ مصر بھی گئے تھے مصر کے چند روزہ قیام میں خان بہادر نے وہ شہرت حاصل کی۔ جو بڑے بڑے لوگ مہینوں میں حاصل نہیں کر سکتے مجھے خوب یاد ہے۔ وزیر تعلیم حلمی عیسےٰ پاشا نے اور ڈائرکٹر پریس بہاریخ مرحوم اسماعیل شیرین بک نے خان بہادر کی علمی خدمات کا ذکر مجھ سے سنکر بہت بڑی مسرت کا اظہار کیا۔ اور بہت جلد اس کا چرچا مجلس النواب اور مجلس الشیوخ کے ممبروں تک پھیل گیا تھا۔

اور مجھے حکومت مصری کے ایک خاص آدمی نے کہا کہ اگر خان بہادر چند روز یہاں ٹھہریں۔ تو حکومت مصری بادشاہ معظم سے سفارش کر سکتی ہے۔ کہ ان کو مصری خطاب سے سرفراز کیا جائے۔ مگر خان بہادر کا پروگرام رک نہیں سکتا۔ خان بہادر کی علمی دلچسپیوں کے تذکرے سنکر بعض خیراتی مدارس کے مہتمم خان بہادر صاحب کے پاس آئے۔ اور خان بہادر نے ان کو بھی مایوس نہ کیا۔

اسکندریہ سے مصر آتے ہوئے راستے میں ایک سکول کے طالب علم قاہرے کے ٹور کے لئے گاڑی میں گھس آئے۔ ان کے سامان سے اور ان کی بڑی تعداد کی وجہ سے گاڑی میں سانس لینا مشکل ہو گیا۔ ایک لڑکا خان بہادر کے پاس بیٹھ گیا۔ ایک ہندوستانی مسافر خیال کر کے اس نے خان بہادر سے مختلف سوال کرنے شروع کر دیئے۔ اور الحمد شریف پڑھوا کر سنی۔ خان بہادر بعض امراء کی طرح سے مغرور اور متکبر نہ تھے۔ اس لئے اسکی کسی بات سے ناراض نہ ہوئے۔ بلکہ خوش ہوئے۔ اس کے ماسٹر کو بلا کر ایک پونڈ کی رقم دی۔ کہ بچوں کو قاہرے میں مٹھائی لے دینا۔

بنہا کے اسٹیشن پر جہاں دو تین منٹ گاڑی ٹھیرتی ہے اس بھیڑ میں سامان اتارنا مشکل تھا۔ ان لڑکوں نے ایک منٹ میں سامان اتار دیا۔ اور پھر عربی اور فرانسیسی میں سب نے یک زبان ہو کر خان بہادر زندہ باد کے نعرے لگائے گاڑی کے سب مسافر سر نکال کر دیکھنے لگے۔ پھر جب حجاز گئے۔ تو ایک لاکھ مکہ کے عرب طلباء کے لئے خرچ کر دیا۔ الغرض خان بہادر کی علمی فیاضیوں کی داستان بہت لمبی ہے۔ اور ہندوستان سے باہر کے لوگ بھی اس سے خوب آشنا ہیں۔ میں محسن کشی کروں گا۔ اگر اس امر کا اظہار نہ کروں کہ خود مجھے اسلامی دنیا کے اجراء کیلئے خان بہادر نے اتنی بڑی رقم دی تھی۔ جس کی توقع اس زمانے میں کسی نواب اور رئیس سے بھی نہیں کی جا سکتی۔ اس لئے میں ذاتی طور پر اس فیاض انسان کی ترقیوں کا دلی خواہاں ہوں۔ میں اسی تقریب پر ان کو صدق دل سے مبارک باد دیتا ہوں۔ میری دعا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اس فیاض انسان پر اپنے انعامات کی زبردست بارش برسائے اور دنیا کے بڑے سے بڑے خطابوں کا وارث کرے۔ آمین

(محمود احمد عرفانی)

میں کیونکر احمدی ہوا؟

مولوی محی الدین صاحب ساکن قادری باندہ ضلع کوہاٹ کی زبان سے

احمدیت کی وجہ سے دشمنوں نے میرے مکان کو آگ لگادی

اور

مجھ پر بندوق کی گولیاں برسائیں مگر خدا تعالیٰ نے مجھے استقامت بخشی

ایک روز شام کے وقت میں اور محترم قریشی محمد صادق صاحب شبنم سیر کے لئے بہشتی مقبرے کی سیر کو گئے۔ سورج غروب ہوگیا۔ وہاں سے ناصر آباد کی مسجد میں نماز مغرب ادا کرنے کے لئے چلے آئے۔ نماز پڑھ کر ہم محلہ دار الانوار کی طرف کو نکل آئے۔ راستے میں ایک ادھیڑ عمر کے بزرگ ملے۔ شبنم صاحب ان کو پہلے سے جانتے تھے۔ اس لئے انہوں نے باہم مزاج پرسی کی۔ بعد میں شبنم صاحب نے مجھے کہا۔ کہ آپ ان کو نہیں جانتے یہ ایک مخلص احمدی ہیں۔ جن کے مکان کو دشمنوں نے جلادیا تھا۔ اور ان پر گولیاں برسائی تھیں۔ تب میں نے ان سے کہا۔ کہ آپ میرے پاس آکر مجھے اپنے حالات سنائیں۔ تاکہ میں ان کو قارئین الحکم کے لئے شائع کرسکوں۔ چنانچہ وہ دوسرے دن آئے اور انہوں نے حسب ذیل حالات سنائے۔

(ایڈیٹر)

میرا نام محی الدین ہے۔ میرے باپ کا نام سعد الدین ہے۔ اور میری قوم قریشی ہے۔ اور میں قادری باندہ میانجی خیل کا رہنے والا ہوں۔ جو کوہاٹ کے ضلع میں ہے۔

غالباً ۱۹۱۲ء کا زمانہ تھا۔ وہ زمانہ جبکہ مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعوے کا علم ہوا۔ اس وقت سرحد میں محمد عجب خاں صاحب تحصیلدار تھے۔ اور وہ سلسلہ میں داخل ہوچکے تھے انہوں نے مجھے بھی تبلیغ کی تھی۔ میں ان سے اکثر تبادلہ خیالات کیا کرتا تھا۔ انہوں نے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی چند کتابیں بھی پڑھنے کو دی تھیں۔ ان کتابوں کے مطالعہ نے میرے سینے کو کھول دیا۔ اور مجھے یقین ہوگیا۔ کہ آپ بیشک خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور من اللہ ہیں۔

محمد عجب خاں کے ملنے اور کتابوں کے مطالعہ سے قبل دو چار خواب ایسے آئے تھے۔ جن سے یہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ اب وہ زمانہ آگیا ہے۔ جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آنا چاہیئے۔ ان خوابوں کی وجہ سے اور ان کتابوں کی مطالعہ کی وجہ سے مجھے حضور کی سچائی کا یقین کامل ہوگیا۔

اس زمانے میں کربوغے ملا کا قاضی تھا۔ میرے اور کربوغے ملا کے گاؤں میں چار میل کا فرق تھا۔ پیر گولڑوی کی طرح مشہور تھا۔ لوگ اسکی بات کی قدر کرتے تھے۔ اور اسے ایک با اثر لیڈر مانتے تھے۔

بیعت ۱۹۱۳ء میں میں نے حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست مبارک پر بیعت کرلی۔ جب کربوغے ملا کو میری بیعت کا علم ہوا۔ تو اس نے میرے متعلق فتویٰ دیا۔ کہ

> یہ کافر۔ بیدین اور مرتد ہوگیا ہے۔ اس کا مال لوٹنا جائز ہے۔ بلکہ عین ثواب ہے۔ جو اس کا مال لوٹ کر کھائے گا۔ وہ ثواب کا مستحق ہوگا۔ اور سیدھا جنت میں جائیگا۔ جنت کے دروازے اس کے لئے کھلے ہوں گے۔ اور اس سے کوئی محاسبہ نہیں ہوگا۔

اس فتویٰ پر اکتفا نہ کرتے ہوئے اس نے یہ بھی کہا۔ کہ جو لوگ حکومت سے ڈرتے ہوں۔ میں ان کے لئے یہ کہتا ہوں۔ کہ حکومت کی طرف سے میں ذمہ دار ہوں۔ اور اطمینان دلاتا ہوں۔

اس فتوے اور اس اطمینان نے جاہل لوگوں میں ایک خطرناک جوش پیدا کر دیا۔ اور وہ سب مجھے ہلاک کرنے کے منصوبے کرنے لگے۔ اور مجھ پر حملے کرنے لگے۔ چنانچہ انہوں نے میرے مال مویشی لوٹ لئے۔ اور میرے مکان کو آگ لگادی۔ اور میرے قتل کے لئے ہر ممکن تجویز کرنے لگے۔ میرے گھر میں ایک پرانا کتب خانہ تھا۔ جو میرے آباؤ اجداد کے وقت سے محفوظ چلا آتا تھا۔ انہوں نے اس کو بھی جلا کر خاک کر دیا۔

ان کے مظالم سے میری ایسی حالت ہوگئی۔ کہ میرے پاس کوئی چیز بھی باقی نہ رہی۔ اور میں بالکل محتاج ہوگیا۔

اس وقت مجھے اس سارے علاقے سے کسی مدد کی کوئی توقع نہ تھی۔ تب اس حالت کو دیکھ کر میں نے وہاں سے ہجرت کی۔ اور اپنے استاد کے گاؤں موضع شیخاں میں چلا گیا۔ جب کربوغے ملا کو یہ معلوم ہوا۔ کہ میں ان کے مظالم سے تنگ آکر ہجرت کر گیا ہوں۔ تو ان سے لوگوں نے مشورہ کرکے چالیس آدمی میرے قتل کے لئے بھیجے۔ میں موضع شیخاں میں ایک مسجد کا امام تھا۔ یہ تقریباً ۱۹۱۸ء یا ۱۹۱۹ء کی بات ہے۔ میں عشاء کی نماز پڑھ رہا تھا۔ کہ وہ لوگ آئے۔ اور انہوں نے مجھ پر حملہ کیا اور بندوق سے گولیاں چلائیں۔

وہ گولیاں میرے بائیں بازو میں لگیں اور بازو ٹوٹ گیا۔ اور پھر بائیں ٹانگ پر لگیں اور وہ بھی ٹوٹ گئی۔

میں زمین پر لڑھکتا ہوا دور جا گرا۔ اور بیہوش ہوگیا۔ ڈاکو مجھے مردہ سمجھ کر گاؤں کی طرف متوجہ ہوگئے۔ اور وہاں ڈاکہ ڈالا۔ اور گاؤں کو لوٹ لیا۔ میں اپنے بازو اور ٹانگ کے علاج کے لئے لاہور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کے پاس آیا۔ جنہوں نے ایک سال تک میرا علاج کیا۔

ایک سال کے بعد اچھے ہوکر میں پھر اپنے بال بچوں کے پاس وطن کی طرف گیا۔ خدا کے فضل سے میرے آٹھ لڑکے تھے۔ مجھے خوف پیدا ہوا۔ کہ وہ کسی لالچ یا خوف کی وجہ سے مرتد نہ ہوجائیں۔ میری واپسی پر بھی کربوغے ملا کا بدستور زور تھا۔ اور اسی طرح ہم پر ظلم ہوتے تھے۔

لوگ ہماری فصلیں برباد کرتے تھے۔ بیل ہانک کرلے جاتے تھے۔ ہمارے گھر پر اینٹ اور پتھر کی بارش برساتے تھے۔ پانی بند کر دیتے تھے۔ میرے لڑکوں کو تنگ کرتے تھے۔ ان کو کافر کافر کہتے تھے۔

غرض کوئی ظلم باقی نہ تھا۔ جو انہوں نے اٹھا رکھا ہو۔ ان کے ظلموں کے مقابلے میں میں حتی المقدور تبلیغ کرتا رہا۔

خلافت ثانیہ میں میں نے تجدید بیعت کرلی تھی۔ میری تبلیغ تو جاری رہی مگر ۲۴-۲۵ سال کی مخالفت کے بعد یہ دشمن ٹھنڈے پڑ گئے۔ خدا تعالیٰ نے میری تبلیغ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی برکت سے وہاں ایک بڑی جماعت قائم کردی۔

۱۹۳۰ء میں خدا نے مجھے توفیق دی۔ کہ میں نے ساٹھ روپے خرچ کرکے ایک ٹکڑا زمین خریدا۔ جس میں سے نصف پر مسجد بنالی ہے۔ اور نصف اپنے گھر کے ساتھ شامل کرلیا ہے۔

اب حکام بھی میری کافی بڑی عزت کرنے لگے ہیں۔ اور وہ میرے پاس مہمان بھی ٹھیرتے ہیں۔ اور مجھ سے سلسلہ کی باتیں بھی سن لیتے ہیں۔

۱۹۳۳ء سے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس علاقہ کا آنریری مبلغ مقرر فرمایا۔

جون ۱۹۳۵ء میں میں دورے پر تھا۔ اور پنڈ شیخاں کی مسجد میں رات کو سو رہا تھا۔ کہ گاؤں والوں نے مشورہ کیا۔ کہ یہ کافر ہے۔ اسے قتل کردو۔ اس پر وہ جمع ہوکر آگئے۔ اور انہوں نے مجھ پر حملہ کر دیا۔ اور لاٹھیاں برسنے لگیں۔ ایک لاٹھی میرے سر میں لگی اور دوسری میرے دل پر۔ جس سے میں زخمی اور بے ہوش ہوگیا۔ بعض لوگ مجھے اٹھا کر تھانے میں لے گئے۔

سب انسپکٹر پولیس نے میرے ساتھ بڑی ہمدردی کی اور کہا۔ کہ جن پر تم کو شک ہے۔ تم ان کا نام بتلاؤ۔ میں ان کو سزا دلاؤں گا۔ میں نے کہا۔ کہ میں احمدی ہوں۔ اور احمدی جھوٹ نہیں بولا کرتے۔ اس لئے میں کسی پر جھوٹا شک نہیں کرسکتا۔ تب انہوں نے مجھے ہسپتال میں داخل کر دیا۔ جہاں سے میں اچھا ہوکر آگیا۔

خدا تعالےٰ کے فضل سے اس علاقہ میں میرے ذریعے پچاسی اشخاص اب تک سلسلہ حقہ میں داخل ہوئے اور اب میں سالانہ جلسہ کی شمولیت کے لئے آیا ہوں اور جلسہ سے پہلے اس لئے آیا ہوں۔ شاید فتنہ احرار کے مقابل مجھے بھی کوئی خدمت کا موقعہ ملے۔

یہ بیان لکھنے کے بعد مولوی صاحب نے چاہا۔ کہ میں اخبار میں ان کے لئے دعا کی تحریک کروں۔ احباب انہیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

احباب خط و کتابت کرتے ہوئے چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں۔ اس کے بغیر بہت سی دقت کا سامنا ہوتا ہے۔

(منیجر)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ رض

حضرت شیخ عبد الرحمٰن صاحب مسکین فرید آبادی رضی اللہ تعالےٰ عنہ

افسوس یہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہؓ اب جلد جلد رخصت ہو رہے ہیں۔ چنانچہ سالانہ جلسہ سے قبل شیخ عبد الرحمٰن صاحب مسکین بھی فوت ہو گئے۔ مرحوم حضرت ماسٹر احمد حسین صاحب فرید آبادی کے برادر حقیقی تھے۔ ماسٹر احمد حسین صاحب ایک مشہور انشا پرداز تھے۔ متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔ متعدد اخبارات جیسے چودھویں صدی راولپنڈی۔ اخبار وکیل امرتسر۔ پیغام صلح لاہور۔ الفضل قادیان وغیرہ میں کام کرتے رہے۔ مسکین صاحب کے والد بزرگوار بھی مدرسی کا پیشہ کرتے تھے۔ اور قصبہ سینہ ضلع گڑگانواں میں فارسی کے مدرس تھے۔ ان کے شاگردوں میں سے ایک صاحب بابو جوالا سہائے تھے۔ جو ریاست جے پور یا جودھ پور میں ناظم تھے۔ مسکین صاحب نے سب سے پہلے بابو جوالا سہائے سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر سنا۔

اخبار پھر جن دنوں میں ماسٹر احمد حسین صاحب امرتسر میں وکیل میں کام کرتے تھے۔ انہوں نے ان کو لکھا کہ میری بیوی کو امرتسر پہنچا دو۔ مسکین صاحب اسوقت کسی کارخانہ میں ملازم تھے۔ ان سے رخصت طلب کی۔ تو انہوں نے رخصت نہ دی۔ مسکین صاحب نے استعفےٰ دیدیا۔ اور اپنی بھاوج کو لیکر امرتسر چلے آئے۔ جہاں ماسٹر صاحب موصوف نے ان کو خوب دل کھولکر تبلیغ کی۔ چونکہ یہ ملازمت چھوڑ چکے تھے۔ اس لئے انہوں نے اپنے بھائی سے کہا۔ کہ اب میں جاتا ہوں۔ اور دہلی جاکر کہیں ملازمت کرونگا۔ تب انہوں نے ان کو مالیرکوٹلہ میں حضرت نواب محمد علی خانصاحب کے پاس بھیج دیا۔ جنہوں نے بخوشی ان کو ملازم رکھ لیا۔ اور ان کے سپرد یہ کام کیا۔ کہ باورچی کو رسد تول کر دیدیا کریں۔ یا صاحبزادگان کے ہمراہ رہا کریں۔ ایک عرصہ تک وہاں احمدیت کا ذکر سنتے رہے۔ پھر رخصت لے کر اپنے وطن گئے۔ اور وہاں بعض علماء سے ذکر کیا۔ کہ مسیح ناصری فوت ہو گئے ہیں۔ اور مسیح مہدی قادیان میں نازل ہوئے ہیں۔ انہوں نے پوچھا کہ کیا تم بیعت ہو گئے۔ تو انہوں نے یہی جواب دیا۔ کہ میں تحقیقات میں لگا ہوا ہوں۔

الغرض

جب تک فرید آباد میں رہے۔ وہاں غیر احمدی علماء سے وفات مسیح پر بحثیں کرتے رہے۔ وہاں سے پھر واپس مالیرکوٹلہ میں آئے۔ اور وہاں سے نواب صاحب کے ہمراہ قادیان آ گئے۔ یہاں پھر بھی تحقیقات کرتے رہے۔ اور بالآخر تین روز تک مسجد مبارک میں بیٹھ کر استخارہ کیا۔ پہلے ان کو کچھ معلوم نہ ہوا۔ دوسرے روز دیکھا۔ کہ ماسٹر احمد حسین صاحب مکان کی بنیادوں سے گڑ کی بھیلیاں نکال رہے ہیں۔ مگر اس خواب کو ایک قسم کا خیالی تصور کیا۔ اور تیسرے دن بہت تضرع سے خدا تعالیٰ سے دعا کی۔ تب دیکھا۔ کہ ایک شخص داہنی جانب کھڑا ہو کر ایک بھرا ہوا پیالہ دے رہا ہے۔ اس سے اطمینان حاصل ہو گیا۔ اور انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو لکھا۔ کہ بیعت میں مجھے داخل کر لیا جائے۔ اس پر حضور نے فرمایا۔ کہ ابھی ٹھیر جاؤ۔ اور مزید تسلی کر لو۔ اس سے چند دن بعد مسکین صاحب نے آٹھ نو دیگر احباب کے ساتھ مسجد مبارک کی چھت پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک پر ہاتھ رکھ کر مشرف بیعت ہو گئے۔

مسکین صاحب سنایا کرتے تھے۔ کہ اس کے بعد حضور کی محبت اور عشق کا مجھ پر بڑا غلبہ ہوا۔ میں حضور کے قریب کھڑا ہو کر نماز پڑھتا اور مجھے بڑی رقت پیدا ہوتی۔ اور میں بہت روتا۔

مسکین صاحب شاعر بھی تھے۔ ان کی شاعری اگرچہ شاعری کے قواعد سے آزاد تھی۔ مگر کبھی کبھی اچھے شعر بھی کہتے تھے۔ انکی شاعری کی ابتدائی تاریخ بہت دلچسپ ہے۔ جو ہم نے خود ان ہی سے سنی تھی۔ حضرت والد صاحب شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی قبلہ سے مسکین صاحب کو بہت محبت تھی۔ اور ان کو بھائی صاحب کہا کرتے تھے۔ مسکین صاحب سنایا کرتے تھے۔ کہ والد صاحب قبلہ ان کو اکثر تحریک کرتے کہ کوئی نظم لکھو۔ اور میں کہتا۔ کہ مجھے کچھ نظم لکھنے کی قابلیت پیدا ہونے دو۔ چنانچہ کچھ عرصہ بعد میں نے کہا۔ کہ لو اب نظم لکھوں گا۔ نواب صاحب کے صاحبزادے کھیل کے لئے باہر گئے۔ مسکین صاحب ساتھ تھے۔ قلم دوات ساتھ لے کر گئے۔ صاحبزادگان کھیلتے رہے۔ اور یہ نظم بناتے رہے۔ مغرب کے وقت صاحبزادگان نے پکار کر کہا کہ منشی صاحب چلو۔ تب انہماک ٹوٹا۔ اور ایک شعر موزون کر دیا ؎

نوابین نے جو مجھے بس پکارا
رہا افراتفری میں مضمون ہمارا

والد صاحب قبلہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں عرض کر کے اجازت حاصل کی۔ نظم ایسی عجیب تھی۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رومال منہ پر رکھ کر ہنسی کو روکا۔ حضرت مولوی عبد الکریم صاحب کو تو اس قدر ہنسی آئی۔ کہ پگڑی بھی گر گئی۔ اور حضرت نواب صاحب کے پیٹ میں ہنستے ہنستے درد ہو گئی۔ مسکین صاحب کا ان دنوں جوانی کا عالم تھا۔ اس ہنسی کو انہوں نے داد سمجھا۔ اور بڑے زور زور سے اپنے شعروں کو دہراتے اور آواز کو اور زور سے کڑاکے دار بناتے۔

مسکین صاحب جب تک زندہ رہے۔ وہ اسی واقعہ کے تصور سے بڑا لطف اٹھاتے۔ اور اس زمانے کی پاک صحبتوں کو یاد کر کے خود بھی ہنسنے لگتے۔ اسی طرح وہ حضور کے لطف و کرم کا ایک اور واقعہ سنایا کرتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے۔ کہ میں نے ایک دن میر مہدی حسین صاحب سے ذکر کیا۔ کہ میرا دل چاہتا ہے۔ کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے تنہائی میں باتیں کروں۔ تو میر صاحب نے کہا۔ کہ جب حضرت ظہر کی نماز کے بعد اپنی کوٹھڑی میں جانے لگیں۔ تو تم باتیں کرتے ہوئے ساتھ ہو لینا۔ میں نے کہا۔ کہ مجھے ڈر لگتا ہے۔ کہیں خفا نہ ہو جائیں۔ تو میر صاحب کہنے لگے کہ حضرت صاحب غفور الرحیم ہیں۔ خفا نہیں ہوں گے۔ تب مجھے جرأت ہو گئی۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ حضرت صاحب کوٹھڑی میں جا کر لیٹ گئے۔ میں سر مبارک دبانے لگ گیا۔ اور باتیں کرتا رہا۔ حضور نے تھوڑی دیر کے بعد فرمایا۔ آپ تھک جائیں گے اس لئے بس کریں۔ تو مسکین صاحب نے عرض کی۔ کہ حضور جب آپ سو جائیں گے۔ تو میں چلا جاؤں گا۔ چنانچہ جب حضور سو گئے تو میں چلا آیا۔

یہ کہہ کر مسکین صاحب غمگین ہو جاتے۔ اور کہتے کہ میری بدنصیبی کہ میں نے اس وقت حضور سے دعا بھی نہ کرائی۔ جو آج بڑھاپے میں کام آتی۔

مسکین صاحب باوجود بیمار رہنے کے بہت ہی باہمت تھے۔ کمر باندھ کر بخار۔ سر درد۔ باوجود انکے بھی اپنے کاروبار کے لئے نکل آتے تھے۔

انہوں نے اپنی نظموں کو جمع کر کے گلدستہ مسکین کے نام سے شائع کر دیا تھا۔ اور بعض لوگ محبت سے خرید لیتے تھے۔ اور جس محنت سے فروخت کرتے تھے۔ وہ محنت نوجوانوں میں بھی کم دیکھی گئی۔ باوجود بڑھاپے کے شادی کا خیال تھا۔ کہ اگر ہو تو شادی کر لیں۔ اور کہتے تھے۔ کہ خواہ نکاح نہ ہو مگر میں نیت رکھتا ہوں۔ کیونکہ یہ سنت ہے۔

مسکین صاحب کبھی کسی سے لڑتے جھگڑتے نہیں دیکھے گئے۔ بلکہ جب دیکھا چہرے پر مسکراہٹ اور بشاشت کو ہی دیکھا۔ شب بیدار اور دعا کرنے والے بزرگ تھے۔

ان کے دل میں اس امر کی بہت تڑپ تھی۔ کہ وہ کسی طرح اپنے شہر کے لوگوں پر احمدیت کی اتمام حجت کر دیں۔ کئی دفعہ وہاں جا کر تبلیغ کی۔ اور متعدد مبلغوں سے چاہا۔ کہ وہ ان کے ساتھ فرید آباد چل کر تبلیغ کریں۔ مگر ان کو حالات نے اجازت نہ دی۔ اس کا ان کے قلب پر بہت صدمہ تھا۔ اور اسکا اکثر ذکر کیا کرتے تھے۔

ہر قسم کے کاغذات کو بڑی احتیاط سے رکھتے تھے۔ اور کاغذوں کے اپنے ہاتھ سے لفافے بنا کر ان میں مختلف مضمون کے کاغذات رکھتے۔ اور لفافوں پر لکھ دیتے۔ کہ فلاں مضمون کا کاغذ اس میں ہے۔ وقت کی بڑی پابندی کرتے تھے۔ جب کسی کو کوئی وقت دیتے۔ کہ فلاں وقت پر ملوں گا۔ اس وقت خواہ کسی قدر تکلیف ہو کمر باندھ کر پہنچ جاتے۔

آخری ایام میں دہلی گئے۔ ان کا ارادہ اپنے وطن کے لوگوں کو تبلیغ کرنے کا تھا۔ وہیں وفات پا گئے۔

ان کا جنازہ دہلی سے لایا گیا۔ حضرت امیر المؤمنین نے جنازہ پڑھا۔ کندھا دیا۔ اور بہشتی مقبرہ میں اپنے سید و مولیٰ کے مخلصوں کے ساتھ آخری آرامگاہ میں آرام کیا۔

اللہ تعالےٰ کی بے شمار برکتیں اور رحمتیں ان پر اور تمام صحابہ مسیح موعود پر ہوں۔ آمین

درخواست دعا

مولوی صوفی فضل الٰہی صاحب ربانی جو بمبئی والے کے نام سے مشہور ہیں۔ دمہ کی بیماری سے سخت بیمار ہیں۔ وہ احباب سے نہایت عاجزی سے درخواست کرتے ہیں۔ کہ احباب ان کیلئے درد دل سے دعا فرمائیں۔ کہ اللہ تعالیٰ انکو اس موذی مرض سے نجات دے۔ نیز انکو خدمت دین کی توفیق دے۔ امید ہے کہ احباب ان کیلئے دعا فرما کر ان کو شکریہ کا موقع دیں گے۔

بیرون ہند کے خریداران کی خدمت میں

ضروری التماس

براداران! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

میں آپ کو الحکم کی ضرورتوں کے متعلق اس خط کے ذریعے توجہ دلاتا ہوں۔ اخبار الحکم نے گذشتہ ۳۷ سال میں جو خدمت سرانجام دی ہے۔ وہ کسی احمدی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اور اب اس دور جدید میں سیرت المہدی کے ورق کے عنوان سے جو قیمتی خدمت وہ سرانجام دے رہا ہے۔ وہ بھی آپ سے پوشیدہ نہیں اس کے علاوہ مکتوبات احمدیہ۔ صحابہ مسیح موعود علیہ السلام کے حالات۔ میں کیونکر احمدی ہوا وغیرہ نہایت لطیف اور تاریخی ابواب الحکم میں موجود ہیں۔ جو ہر شخص کے ازدیاد ایمان کا باعث ہو رہے ہیں۔ الحکم کی ان خدمات کا تقاضا تو یہ ہے۔ کہ آپ ان خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے اسکی ہر قسم کی مدد کریں مگر مجھے افسوس یہ ہے۔ کہ بیرون ہند کے خریدار صاحبان .... علی العموم اس کی قیمت کی ادائیگی کی طرف پوری توجہ نہیں دے رہے آپ خوب جانتے ہیں۔ کہ اخبار بغیر اخراجات کے طبع نہیں ہو سکتا۔ سال بھر کے اخراجات کوئی معمولی بات نہیں ہیں۔ اگر روپیہ نہ ہو۔ تو اخبار کے لئے نہ کاغذ آسکتا ہے۔ اور نہ لکھائی ہو سکتی ہے۔ اور نہ طباعت اور نہ ٹکٹ ہی لگ سکتے ہیں۔ میں نہیں سمجھتا۔ کہ آپ لوگ اس امر کا احساس نہ کرتے ہوں۔ اس لئے ازراہ کرم تمام وہ احباب جو بیرون ہند میں الحکم لے رہے ہیں۔ وہ بوالپسی الحکم کے بقایاجات صاف کر کے مجھے ممنون فرماویں۔ بہت سے دوست ایسے ہیں۔ جن کے ذمہ سنہ ۳۴-۳۵ء کا بقایا ہے۔ اور اب سنہ ۱۹۳۶ء شروع ہو گیا ہے ان سب سے میری درخواست ہے۔ کہ وہ کم از کم سنہ ۳۴-۳۵ء کا بقایا بحساب ۱۲ر فی سال فوراً ارسال فرما کر ممنون فرماویں گے۔

اور جو احباب سنہ ۳۴ و ۳۵ء کی قیمت ادا کر چکے ہیں۔ وہ سنہ ۳۶ء کی قیمت پیشگی ادا فرمادیں۔

سب احباب کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ آپ تک وی۔ پی اور خط وکتابت بھی بہت بڑے اخراجات کو چاہتی ہے۔ اس لئے اس التماس پر جو میں اخبار کے اس صفحے پر کر رہا ہوں آپ پوری توجہ دے کر مجھے شکریے کا موقع دیں۔

اس کے علاوہ بیرون ہند کے ممالک میں بہت سے احمدی احباب ایسے ہیں۔ جو اخبار الحکم کے خریدار نہیں ہیں۔ میں آپ کا اخلاقی فرض سمجھتا ہوں۔ کہ آپ ایسے احباب کو تحریک کریں کہ وہ الحکم خرید کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت طیبہ کے پاکیزہ ابواب کا مطالعہ کر کے اپنے ایمان کو بڑھائیں آپ ان کو بتلائیں۔ کہ وہ الحکم خریدنے پر اپنے ایمان کی زیادتی اور لذت وسرور کا بہت بڑا ذخیرہ پائیں گے۔ مجھے یقین ہے۔ کہ ان کو الحکم خریدنے پر ہرگز یہ افسوس نہ ہوگا۔ کہ انہوں نے اپنی آمدنی میں سے ایک حقیر رقم کو ضائع کیا ہے۔ بلکہ ان کو چند پرچوں کے بعد ہی یہ اعتراف ہوگا۔ کہ انہوں نے ایک نعمت کو حاصل کر لیا ہے۔ پس اس کھلی چٹھی کے ذریعے میں اپنے ان احباب سے جن تک میں باسانی نہیں پہنچ سکتا۔ پہنچکر استدعا کرتا ہوں۔ کہ وہ اپنے بقائے بہت جلد بھیجکر مجھے شکریہ کا موقع دیں۔ اور جن کے بقائے ادا ہو چکے ہیں وہ سنہ ۳۶ء کی قیمت بھیج کر امتنان کا موقع دیں۔ نیز اپنے دیگر احباب کے حلقے میں الحکم کی اشاعت کی تحریک فرمائیں۔

میری اس آواز کو سنکر جو دوست احساس کرے گا۔ میری دعا ہے۔ کہ اللہ تعالے اس کے اس شریف احساس میں برکت پر برکت دے۔ (آمین)

محمود احمد عرفانی
ایڈیٹر الحکم

احمدی حجاج کے آرام کے لئے

ہم نے احمدی حجاج کے حج کے لئے اس دفعہ خاص انتظام کیا ہے۔ جو احباب اس سال حج پر جانا چاہیں۔ وہ مجھ سے یا مینیجر صاحب اخبار "سالار" ڈنکن روڈ نمبر ۲۲۵ بمبئی نمبر ۸ سے خط وکتابت کریں۔ والسلام

(خاکسار محمود احمد عرفانی ایڈیٹر الحکم قادیان)

دفتر الحکم کے ضروری اعلانات

(۱) اس سال یہ اہتمام کیا گیا ہے۔ کہ ہر چوتھے ہفتے ایک ماہوار ایڈیشن شائع کیا جائے گا جو ۱۶ صفحات پر شائع ہوگا۔ چونکہ الحکم کے فنڈز میں اس قدر گنجائش نہیں ہے۔ کہ وہ کسی جدید بوجھ کو برداشت کرے۔ اس لئے ہر مہینے کا تیسرا پرچہ صرف آٹھ صفحے کا ہوا کرے گا۔ اور چوتھا سولہ کا۔

(۲) ماہ جنوری میں چونکہ تین پرچے نکلیں گے۔ اس لئے ۲۱ر جنوری کا پرچہ آٹھ صفحے کا ہوگا۔ اور ۲۸ر جنوری کا ۱۶ صفحات کا۔

ماہوار ایڈیشن میں کیا ہوگا۔ وہ خود بتلائے گا۔

(۲) معاونین وانصار کو سال جدید کے وی پی جاری کر دیئے گئے ہیں۔ مجھے امید ہے۔ کہ وہ وصول فرما کر ممنون فرمائیں گے۔

(۳) بقایاداران سے بھی ان کے بقایوں کا مطالبہ شروع کر رہا ہوں۔ مجھے امید ہے۔ کہ وہ بھی سلسلہ کی عزت کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے بقایاجات صاف فرما کر ممنون فرمائیں گے۔

(محمود احمد عرفانی

اخبار الحکم کا خریدنا اور اسکی اشاعت بڑھانا

ہر احمدی کا فرض ہے

کیونکہ یہ سلسلہ احمدیہ کا سب سے پہلا اخبار ہے۔

کیونکہ اس اخبار نے اپنے لٹریچر سے قیامت تک کے لئے سلسلہ کی خدمت کی ہے۔

کیونکہ اس اخبار میں آج بھی سیرت مسیح موعود کا لطیف موضوع چھپتا ہے۔

کیونکہ اب بھی اسمیں انسان کی روحانی ترقی کے لئے بڑا مواد جمع کیا جاتا ہے۔

(منیجر الحکم)

تحریک قرضہ

چالیس ہزار روپیہ

وہ احباب کرام جنہوں نے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر تحریک قرضہ چالیس ہزار میں شریک ہونے کا وعدہ فرمایا۔ ان کی نیز دوسرے اصحاب کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ اس تحریک میں حصہ لینے کی آخری تاریخ ۲۰ر جنوری ہے۔ اس سے قبل احباب کو رقوم بھیج کر ثواب حاصل کرنا چاہیئے۔ اور یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ان کا یہ روپیہ اسی طرح باقاعدہ واپس کیا جائیگا۔ جس طرح تحریک قرضہ ساٹھ ہزار کا واپس کیا جا رہا ہے۔ امید ہے۔ کہ احباب جلد توجہ فرمائیں گے۔

خاکسار فرزند علی ناظر امور عامہ قادیان

چندہ تحریک جدید سال دوم

اور

احباب کرام

سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی چندہ تحریک جدید سالِ دوم کے بارے میں ہر ایک امیر جماعت۔ پریذیڈنٹ اور سکرٹری مال صاحبان کا یہ فرض قرار دیا گیا تھا۔ کہ وہ اپنی جماعت کے تمام مردوں۔ عورتوں اور بچوں کو جمع کر کے اعلان سنا دیں۔ اور اس پر جو احباب خوشی سے لبیک کہیں۔ ان کے نام فارم چندہ تحریک جدید سنہ ۳۵-۳۶ء میں درج کر کے فارم حضور کی خدمت میں ارسال فرمائیں اگرچہ اکثر جماعتوں کے مخلص اور جوشیلے احباب نے کارکنان کی تحریک کا انتظار نہ کرتے ہوئے فوری لبیک کہا ہے۔ تاہم شہری اور زمیندار جماعتوں کا ایک معتدبہ حصہ ایسا ہے۔ کہ ان کی طرف سے فارم جماعتی رنگ میں حضور کی خدمت میں پیش نہیں ہوا۔ پس کارکنان کو خاص توجہ سے فارم مکمل کر کے جماعتی رنگ میں حضور کے پیش کرنا چاہیئے۔ اب بھی اگر باوجود وقت بہت تنگ ہو جانے کے کارکن توجہ نہ فرمائیں۔ تو جماعت کے دوسرے احباب کو چاہیئے۔ کہ اپنی جماعت کے وعدوں کی تکمیل کر کے ارسال فرمائیں اور اس طرح وہ احباب کو تحریک کر کے ان کے ثواب میں برابر کے شریک ہوں (فنانشل سکرٹری تحریک جدید)

اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام محمود احمد عرفانی پرنٹر وپبلشر چھپکر دفتر اخبار الحکم واقع مراب منزل قادیان سے شائع ہوا۔